تاریخ سیدنا حسین رضی

اہلِ حق کی نظر میں

ولادت، بچپن، دورِ شباب کی مستند تاریخ، ساتھ ہی
حضرت علیؓ، امیر معاویہؓ، ترتیبِ خلافت، ردِ سبائیت پہ
عظیم جدید تحقیق

صنف
یا سید حسن صاحب مدظلہ
و تفسیر دار العلوم دیوبند

عارف کمپنی
دیوبند یوپی

یا فتاح

تاریخ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ

اہلِ حق کی نظر میں

کربلا سے پہلے حضرت حسین رض کی مکمل زندگی

"ردِ سبائیت" مسئلہ ترتیب خلافت

واہلِ بیت رض" کے بارے میں ....

تاریخی حقائق و عقیدۂ اہل حق کی وضاحت"

حضرت مولانا سید حسن صاحب بن مولانا نبیہ حسن صاحب

استاذ تفسیر دارالعلوم دیوبند

مکتبہ تفسیر القرآن عارف کمپنی سید منزل جامع مسجد دیوبند (یوپی)

ہدیہ :-

فہرست مضامین

مضامین	صفحہ
عرض ناشر	۴
تاریخ حسین کی خصوصیات	۵
تقریظ حضرت مہتمم صاحب دارالعلوم دیوبند	۸
تقریظ علامہ محمد ابراہیم صاحب صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند	۱۲
تذکرہ مصنف کتاب	۱۴
مصنف کے خاندانی حالات [illegible]	[illegible]
فلسفہ شہادت حسین [illegible]	[illegible]
سبب تالیف کتاب [illegible]	[illegible]
نسب نامہ	۲۶
حضرت حسین کے والد ماجد	۲۷
مناقب افضل صحابی خلیفہ اول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	۳۴
مناقب فاروق اعظم حضرت عمر رضی اللہ عنہ	۳۷
مناقب خلیفہ ثالث حضرت عثمان غنی عفان ذی النورین رضی اللہ عنہ	۴۰
حضرت حسین کی والدہ ماجدہ	۴۳
حضرت فاطمہ کی والدہ ماجدہ کی منقبت طیبہ	۴۴

مضامین	صفحہ
حضرت فاطمہ رض کے مناقب	۴۵
مدت حمل میں حضرت حسین کی پیدائش کی عجیب بشارت	۵۱
ولادت باسعادت	۵۲
ولادت حسین پر آنحضرت [illegible] کی عنایات	۵۳
[illegible] شریف	[illegible]
[illegible] حسین رض	۵۴
سیدنا حسین رحمت عالم صلعم کی نظر میں	۶۲
حضرت سیدنا حسین رض کو نبی کریم صلعم سے شرف صحبت و روایت	۶۸
حضرت سیدنا حسین رض کا دور ثانی	۷۵
حضرت سیدنا حسین رض کے حالات زندگی پر ایک نظر	۸۱
حضرت حسین رض صدیق اکبر کے دور خلافت میں	۸۴
حضرت حسین حضرت عمر فاروق کی دور خلافت میں	۸۵

LIBRARY
JAMIA HAMDARD
U22764

حضرت حسینؓ خلیفۂ راشد سیدنا حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں ۸۷
غزوۂ طبرستان میں حضرت حسینؓ کی مجاہدانہ شرکت ۸۹
شہادت حضرت عثمان غنیؓ کے موقع پر حضرت حسینؓ کا مجاہدانہ کارنامہ ۹۰
حضرت علیؓ کے دور خلافت میں حضرت حسینؓ کے مجاہدانہ کارنامے ۱۰۵
جنگ جمل میں حضرت حسینؓ کا مجاہدانہ کارنامہ ۱۰۶
جنگ صفین ۱۱۱
صلح کے لئے فریقین کے نمائندے ۱۲۸
مشہور کانفرنس اور سیاسی تدبر ۱۲۹
ایک غلط فہمی اور اس کا ازالہ ۱۳۱
حضرت امیر معاویہؓ کی نیک نیتی کا بنیادی ثبوت ۱۳۲
مسلم قوم کی بدقسمتی اور باہمی انتشار ۱۳۵
خارجیوں کے ساتھ جنگ ۱۳۶
امیرالمؤمنین حضرت علیؓ کی شہادت ۱۳۷
قاتل علیؓ ابن ملجم کے مثلہ کئے جانے کی روایت ۱۴۲
شہادت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں ایک تاریخی لطیفہ ۱۴۴
امیرالمؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حضرت امام حسین کو زریں نصیحتیں ۱۴۶
تمت کتاب ۱۵۲
دیباچے کے مضامین ۔ تا ۸ صفحہ کل ۱۶۰

عرضِ ناشر

سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ذات گرامی اپنے ذاتی اوصاف عالیہ اور عظمت مستقلہ حاصل ہونے کے علاوہ آپکی نسبی عظمت و نسبت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہر ذی ایمان کیلئے جسقدر اہمیت کے حامل ہے اسی طرح حضرت حسینؓ کی عظیم واقعہ شہادت کربلا اہل تاریخ کی نظر میں مختلف مباحث اور افراط و تفریط کا شکار رہا ہے اسلیئے کہ شہادت کربلا کے سانحہ پر بلا شبہ یقینی ہر مومن غمگین سینہ گداز ہو جائے گا لیکن حب حسینؓ کے پردہ میں اغیار سبائیت اور صیہونی سازش کے ذریعہ عظیم ترین صحابہ کرام اور کاتب وحی حضرت امیر معاویہؓ جیسی اہم شخصیت مجروح و ملعون کرنے کی تاریخی تحریفات بلاشبہ کسی مومن کیلئے قابل قبول نہیں، مصنف کتاب حضرت مولانا سید حسن صاحبؒ استاذ حدیث و تفسیر نے قرآن و سنت عقائد و فقہ اور تاریخ ملت کے اوراق سے مستند اور معتبر جواہر پارے چن کر مسلکِ حق کی ترجمانی فرمائی ہے اس کتاب کی خصوصیت ہے جسمیں ولادت بچپن اور دور شباب کے کارنامے پیش کرکے کربلا سے پہلے واقعات وحیات حسنینؓ کو واضح کیا گیا ہے ایک دوسرے مستقل حصے میں واقعہ کربلا علیحدہ پیش کیا جا رہا ہے مقدمۂ کتاب میں سلسلہ ترتیب خلافت اور اہل بیت کے بارے میں تاریخی حقائق سے مسلکِ حق پیش کیا گیا ہے اس تحقیق پر قارئین مصنفؒ اور پسماندگان کو دعاء صالحہ عطا فرمائیں ۔۔۔۔۔ عرض گزار

شاہد حسن قاسمی بن مولانا سید حسنؒ استاذ شعبۂ عربی دار العلوم دیوبند ۲۰۰۴-۲-۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

تاریخ سیدنا حسین رض کی اہم خصوصیات

سیدنا حضرت حسین رض کے متعلق مختلف دور میں تاریخی حالات پر مختلف اسالیب میں کتابیں تحریر کی گئیں ہیں مصنف نے سیر حسین رض کے تاریخی حالات پر تحقیق کی جد و جہد کی ہے لیکن اردو زبان میں جسقدر تاریخی رسائل اس سلسلہ میں ہماری نظر سے گذرے ان میں عموماً فقط سیدنا حسین رض کے واقعۂ شہادت اور جنگ کربلا کے تفصیلی حالات ہی پر تحقیق درج ہے، کتاب خلافت معاویہ و یزید کے بعد اسکی شدید ضرورت محسوس ہوئی کہ ایک مکمل سوانح حیات تحقیقی معیار پر اسطرح مرتب کر دی جائے کہ ابتدائے زندگی سے شہادت کے سانحۂ کبریٰ تک کے مکمل واقعات درج ہوں اور تمام واقعات نہایت معتبر کتابوں سے اخذ کیے جائیں، بحمد اللہ اکابرین دار العلوم کی برکت سے اس ناکارہ خادم دار العلوم نے یہ تاریخ مدوّن کی ہے اس تاریخی تحقیق کو چار دور پر منقسم کیا جاتا ہے (اوّل دور) سیدنا حسین رض کی ولادت باسعادت تا شیر خوارگی اور عہد طفولیت سے متعلق رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک کے

حالات پر مشتمل ہے ،

دورِ دوئم :- حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہٗ کی وفات تک حضرت حسینؓ نے جو اہم خدمات انجام دی ہیں، ساتھ ہی ضمنی طور پر موقفِ علیؓ و معاویہؓ معرکۂ صفین اور اسکے بارے میں ملی و شرعی نظریہ مسائل کلامیہ کی روشنی میں واضح کیا گیا ہے

(دور سوئم) حضرت حسن بن علیؓ کی وفات تک حضرت حسینؓ کی حیات طیبہ کے واقعات پر مشتمل ہے (دورِ چہارم) حضرت سیدنا حسینؓ کی مقدس زندگی کا درس جاوید، معرکۂ حق و باطل جنگ کربلا اور واقعۂ شہادت تک حالات سے متعلق ہے اور اسکے ضمن میں تاریخی مباحث اور واقعات تحقیقی پہلو سے پیش کیے گئے ہیں ساتھ موقف حسینؓ کو دلائل سے ان چاروں دور کے حالات کو نہایت معتبر کتب تاریخ سے مدون کیا ہے ، حافظ ابن کثیر کی مشہور تاریخ ،، البدایہ والنہایۃ ،، کو اس تاریخ کی ترتیب میں خاص طور پر ملحوظ رکھا گیا ہے ،

کیونکہ حافظ ابن کثیرؒ نے سیرتِ حسینؓ اور واقعۂ شہادت کو بہت تفصیل سے ترتیب کے ساتھ مع تحقیق سند کے درج فرمایا ہے جسکا اقرار اس دور کے تاریخی تحریف شعار مصنف خلافت معاویہؓ و یزید نے بھی کیا ہے اسکے علاوہ حدیث اور تاریخ کی حسب ذیل کتب سے خاص طور پر اعانت لی گئی ہے

(۱) بخاری شریف (۲) فتح الباری شرح بخاری (۳) عمدۃ القاری
شرح بخاری (۴) تاریخ علامہ ابن اثیرؒ (۵) تاریخ ابن
خلدون (۶) استیعاب (۷) طبقات ابن سعد (۸) اُسد الغابۃ
مسند احمد بن حنبل (۹) ترمذی شریف (۱۰) ابن ماجہ شریف
(۱۱) تہذیب التہذیب (۱۲) ابن عساکر (۱۳) اصابۃ فی معرفۃ احوال
الصحابہ (۱۴) شمائل ترمذی (۱۵) ازالۃ الخفاء سیرت کے اعتقادی
پہلو، اور جو مزید لطائف و مباحث علمیہ خصوصاً ضمنی طور پر
موقف علیؓ و معاویہؓ معرکۂ صفین کے مباحث علم کلام مسامرہ وغیرہ
سے ان مستند مکمل حوالہ درج کر دیا گیا ہے، یہ تاریخی تحقیق حضرت
اقدس فخر الاماثل حکیم الاسلام حضرت والا مولانا الحاج قاری محمد طیب
صاحب دامت برکاتہم مہتمم دارالعلوم دیوبند اور اکابر کی نظر میں کس
قدر مستند اور مفید ہے اس کا اندازہ موصوف کی تقریظ سے ہو سکتا
ہے جو کہ بعینہٖ درج کی جاتی ہے۔

پیش لفظ

از مخدوم مطاع فخر الاماثل حکیم الاسلام حضرت مولانا الحاج محمد طیب صاحب مدظلہٗ

مہتمم

دار العلوم دیوبند

نحمدہٗ و نصلّی علٰی رسولہ الکریم

کتاب " خلافت معاویہؓ و یزید " مصنف محمود صاحب عباسی جو ابھی چند مہینوں پیشتر ملک میں پھیلی ہوئی تھی جہاں اپنی ذات سے ملّت کیلئے فتنہ سامان بنی وہیں بعض جہتوں سے علمی حلقوں کیلئے وسیلۂ خیر بھی ثابت ہوئی اور وہ یہ کہ اسکے فتنہ خیز مضامین کی تردید میں متعدد فضلائے ملّت نے مدافعانہ مقالے قلم بند کر کے شائع کئے جنکے ذریعہ اسی موضوع کے کتنی ہی علمی حقائق و معارف منصۂ شہود پر آگئے۔ اگر عباسی صاحب اسی کتاب کے ذریعہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی مقدس زندگی کو چیلنج نہ کرتے تو رد و قدح کے یہ علمی جواہر پارے جو مذہب اہلسنت والجماعۃ کی حقانیت کے زیادہ سے زیادہ نمایاں کرنے کا جو موجب ثابت ہوئے امت

کے سامنے نہ آتے اور علمی سلسلوں میں یہ بیش قیمت اضافہ نہ ہوتا بلاشبہ یہ علمی اضافہ اسی ٹکراؤ کا رہین منت ہے پہلوان بذات خود کتنا ہی مضبوط اور صاحب فن کیوں نہ ہو لیکن جتبک اس سے ٹکرانے والے نہ ٹکرائیں تو اسکے فنی داؤ پیچ کے جوہر نہیں کھل سکتے عالم کتنا ہی وسیع العلم متبحر کیوں نہ ہو جہلاء کے شکوک و شبہات سے ٹکرائے بغیر اسکے علم کے مخفی گوشے کبھی نہیں کھل سکتے قلم کی مخفی قوتیں کتنی ہی لا محدود کیوں نہ ہوں لیکن باطل کی ٹکر کے بغیر اسکی مکنون قوتیں ظاہر نہیں ہو سکتیں۔ اسلام خواہ کتنا ہی حقانی طاقتوں کا مالک کیوں نہ ہو لیکن جتبک کفر اس سے آویزش نہ کرے اسکی پوشیدہ قوتیں واشگاف نہیں ہو سکتیں اسلئے حق تعالیٰ نے دنیا کو معرکۂ حق و باطل اور محور اضداد و متقابلات بنایا ہے تاکہ اصول کی قوتیں اضداد کی ٹکر سے کھل کر نمایاں ہوتی رہیں جس سے حق تعالیٰ کی بے پناہ قوت اور باطل کی بے انتہا کمزوری و پستی ہمہ وقت دنیا کے سامنے آتی رہی۔ اسی طرح اہلسنت والجماعۃ اپنے مسلک حق کے علم و عدل کی قوتوں سے کتنے ہی طاقتور کیوں نہ ہوں لیکن اگر عباسی صفت افراد کی تلبیسیات ان کے مسلک و استدال کی دوامی قوتوں سے نہ ٹکرائیں اور یہ لوگ اپنی مدافعانہ طاقتوں سے سامنے نہ آئیں تو ان کے علوم کے مخفی خزانے کبھی بھی عالم میں آشکارا نہیں ہو سکتے۔ پس حق و باطل میں حق کے گوشے

نمایاں ہونیکی صورت ہی حق کے ساتھ باطل کی آویزش ہے جس سے حق نکھرتا ہے اور نمایاں ہوتا ہے۔۔ بل نقذف بالحق علی الباطل فیدمغہ فاذا ھوزاھق ،، لیکن دفاعی رنگ سے کسی شئی کے اوپر سے غبار تو ضرور اُٹھ جاتا ہے مگر اس شئے کی اصلیت واضح نہیں ہوتی جتبک کہ مثبت پہلو سے اسکے حقائق نہ کھولے جائیں۔ چنانچہ اس دفاع وبحث سے حضرت حسین رضی اللہ عنہ، کی مقدس زندگی کے اوپر سے یہ افراط وتفریط کا گرد وغبار دھل جانے سے سیرتِ حسین رض کے حقیقی مقامات کی جستجو اور تلاش تیز ہو گئی اور واقعاتی تفصیلات سامنے لائے جانے کی آرزو دلوں میں موجزن ہونے لگی اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے احقر نے اپنے محترم مولانا سید حسن صاحب استاذ دارالعلوم کو توجہ دلائی کہ وہ ایسے قلم اٹھائیں اور جیسا کہ انھوں نے حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سیر وسوانح کا ایک عام فہم سلسلہ شروع فرمایا ہے وہیں حقیقی وارثانِ انبیاء اور بالخصوص سیدنا حسین رضی اللہ عنہ، کی مقدس سوانح اسکے عزائم ومقاصد اور اسکے ایمانی مقامات پر بھی تاریخی حیثیت سے تفصیلی روشنی ڈالیں جس کے لئے آج قلوب بے چین ہیں تاکہ دفاعی مضامین سے جو (خلافتِ معاویہ ویزید) کے بالمقابل صفحۂ قرطاس پر نمایاں ہوئے اگر اس پاکیزہ زندگی کے خدوخال صاف ہو گئے ہیں تو تحقیقی مضامین سے اس مقدس زندگی

کا پورا سراپا بھی ابھر کر سامنے آجائے مولانا موصوف نے اس ضرورت کو باور کرتے ہوئے قلم اٹھایا اور تحقیق کی مہم شروع فرمادی جو اپنے ابتدائی مراحل سے گذر کر آج بحمداللہ اپنے انتہائی مرحلہ پر پہونچکر کتابی صورت میں علمی حلقوں میں سامنے آرہی ہے جو بلاشبہ علمی لائنوں میں ایک بیش بہا اضافہ ہمیں اس مرحلہ پر محمود صاحب عباسی کا شکرگذار ہونا چاہئے کہ نہ وہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے خلاف قلمی مہم چلاتے اور نہ یہ علم و تحقیق کے مستند ذخیرے ہمارے سامنے آتے ع عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد:۔

مولانا سید حسن صاحب اپنی اس علمی کاوش پر ہم سب کے شکریہ و تبریک کے مستحق ہیں کہ انہوں نے ریحانۂ رسول الثقلین سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی سوانح حیات کو چار دوروں پر منقسم کرکے ولادت طفولیت سے لیکر شباب و کہولت اور حیات طیبہ سے لیکر شہادۃِ عظمٰی تک کے تمام ضروری واقعات مستند کتب تاریخ و حدیث سے مع حوالۂ کتب قلم بند فرما دیئے جس سے یہ سیر مقدسہ صرف واقعۂ کربلا کی تفصیلات تک ہی محدود نہیں رہی جیسا کہ عموماً سیر حسین کے معنی شہادتِ کربلا کے سمجھے جاتے ہیں بلکہ ایک مکمل اور منضبط زندگی کی تفصیلی تاریخ کی حیثیت سے نمایاں ہے، جو نہایت سادہ عبارت اور عام فہم تعبیر کے ساتھ بیان واقعات پر مشتمل ہے جمیں قیاس آرائی یا نظر بانی داؤ پیچ کی

آلودگی شامل نہیں حق تعالیٰ اس سعی کو قبول فرما کر بارآور فرمائے اور مسلمانوں کیلئے اسے ذریعۂ ہدایت بنائے آمین"

محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند ۱۴ ۸۹

تقریظ

فخر المتکلمین حضرت علامہ مولانا محمد ابراہیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند

حامداً و مصلیاً ۔ میں نے تاریخ سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو سنا حضرت والا مہتمم صاحب مدظلہ نے پیش لفظ میں اس کتاب کے متعلق جن تأثرات کا اظہار فرمایا ہے میں بھی انکی تصویب کرتا ہوں حقیقت ہے کہ یہ تاریخ خدمت وقت کا شدید تقاضہ اور ملت اسلامی کی اہم ترین رہنمائی ہے۔ محمود صاحب عباسی کی کتاب "خلافت معاویہ و یزید" کے غلط تأثرات کو مٹانے کیلئے جسطرح اسکی ضرورت تھی کہ اسکے اغلاط کو نمایاں کردیا جائے اور دلائل سے ان کا پرزور رد کردیا جائے اسی طرح اسکی بھی شدید ضرورت تھی کہ سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی صحیح تاریخ کتب حدیث اور تاریخ کی معتبر کتابوں

سے مکمل و مدون کر دیجائے۔ حق تعالیٰ نے یہ سعادت میرے عزیز محترم مولوی سید حسن صاحب سلمۂ مدرس دارالعلوم کو عنایت فرمائی ہے موصوف نے تاریخ چار دور پر منقسم کر کے بہت کاوش و تحقیق کے ساتھ مرتب کی ہے اوّل دور حضرت حسین رضؓ کی زندگی کے حالات کا ہے جو وفات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک سے متعلق ہے دوسرا دور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی وفات تک کے حالات سے متعلق ہے تیسرا دور حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی وفات تک کے حالات سے متعلق ہے اور چوتھا دور واقعۂ شہادت کربلا اور حضرت حسین کی وفات کے حالات سے متعلق ہے میں اس کتاب کو بہت پسند کرتا ہوں امید ہے کہ حضرات اہل علم و قلم بھی اس خدمت کو نظر استحسان سے دیکھیں گے اور عام اہل اسلام جگر گوشۂ رسول کریم سردار جنت حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی صحیح تاریخ کے مطالعہ سے اپنے جذبۂ عقیدت اور عظمت کو مستحکم بناویں گے میں دعا کرتا ہوں کہ حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس رسالہ کو قبول عام نصیب فرمائے اور عزیزم مصنف سلمۂ کو دارین میں اجر عظیم عطا فرمائے اور اپنی مرضیات کی مزید توفیق نصیب فرماویں آمین

محمد ابراہیم بلیاوی عفی عنہ
صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند

تذکرہ مصنّف کتاب علیہ الرحمہ

پیش نظر کتاب کے مصنف حضرت مولانا سید حسن صاحبؒ استاذ تفسیر وحدیث دارالعلوم دیوبند ہیں آپ کا اسم گرامی جیسا کہ ذکر ہوا ہے سید حسن اور کنیت ابوظفر ہے موصوف کے والد محترم عارف باللہ حضرت مولانا نبیہ حسن صاحب نوراللہ مرقدہٗ ہیں، آپ کے دادا صاحب کا نام حضرت عبدالعزیز صاحبؒ ہے۔

مصنف کے خاندانی حالات | حضرت مولانا سید حسنؒ ددادا اور نانا دونوں نسبتوں سے علمی وراثت مسلسل علمی خدمات اور تقریباً وقت تاسیس دارالعلوم سے ,, تواتر کے ساتھ تعلیمی اور تدریسی خدمات اور مادر علمی سے گوناگوں نسبت و تخصص کا عطیہ خداوندی رکھتے ہیں ,, آپ کا وطن مالوف خاص دیوبند ہے اور جدی اعتبار سے آپ مدنی الانصاری خانوادہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہٗ سے وہ شرف نسبت رکھتے ہیں جو ہمارے اسلاف ہیں قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ اور دیگر حضرات مدنی الانصار کو حاصل ہے مؤلف کے والد بزرگوار حضرت مولانا نبیہ حسن صاحب حضرت شیخ الہند کے اشرف تلامذہ میں خصوصی ہیں ممتاز مقام رکھتے تھے حضرت مولانا نبیہ حسن صاحبؒ کے معاصرین خاص میں جہاں محدث جلیل

حضرت علامہ انور شاہ کشمیریؒ اور مجاہد عظیم حضرت شیخ الاسلام
مدنیؒ تھے دہیں پر یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ عارف باللہ حضرت
مولانا نبی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ تلامذہ میں بہت سے
عظیم شخصیات مطلع ملت پر ابھر کر سامنے آئیں جنہوں نے نہ
صرف ہندوپاک عالم اسلام بلکہ دنیا کے گوشہ گوشہ میں فیضان
علم اور پیغام حق پہونچایا ہے ان عظیم حضرات میں سے چند
اسمائے گرامی یہ ہیں امام النحو حضرت مولانا محمد صدیق صاحب
کشمیری استاذ مظاہر علوم سہارنپور، حضرت مولانا غلام رسول
خاں صاحبؒ مفتی اعظم حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ
شیخ الحدیث والتفسیر مولانا ادریس صاحبؒ کاندھلویؒ اور موجودہ
حضرات میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب
مدظلہ العالی مہتمم دارالعلوم دیوبند مفکر ملت حضرت مولانا مفتی
عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی رکن مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند، عظیم مفکر
حضرت مولانا سعید احمد صاحب اکبرآبادی رکن مجلس شوریٰ دارالعلوم
دیوبند دانشور معروف ڈاکٹر مصطفےٰ صاحب علوی کاکوروی رکن مجلس
شوریٰ دارالعلوم دیوبند رہبر ملت جناب قاضی زین العابدین صاحب
میرٹھی رکن مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند
عظیم شخصیت حضرت مولانا محمد مرغوب صاحب رکن مجلس شوریٰ دارالعلوم
دیوبند، مقبول عصر حضرت مولانا مفتی محمود الحسن صاحب مدظلہ العالی

مفتی دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا مفتی نظام الدین صاحبؒ و مفتی احمد علی سعید صاحب دارالافتاء و دارالافتاء دارالعلوم دیوبند جیسے روشن ستاروں کے علاوہ حضرت مولانا نبیہ حسن صاحب کے گوناگوں اوصاف عالیہ اور عرفان و معرفت ایک وسیع موضوع ہے جسکی نذر جھلک پیش کردی گئی ہے اور علوم عالیہ کے علاوہ خصوصاً نحو علم ہیئت میں مولانا کو خصوصی درکِ خداوندی حاصل تھا مصنف کتاب حضرت مولانا سید حسن صاحب کے نانا علم و معرفت سے ماہور شخصیت حضرت مولانا محمد یاسین صاحب ہیں جنہوں نے زندگی کا بڑا حصہ تدریس دارالعلوم میں صرف کیا اور اُس ابتدائی دور دارالعلوم میں صدر شعبۂ فارسی کے ممتاز مسند پر فائز رہے حضرت مولانا محمد یاسین صاحبؒ تزکیۂ نفس اور حصول عرفان کے لئے قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ سے انتساب معرفت اور خصوصی نسبت ربط سے بہرہ مند تھے، حضرت مولانا مفتی شفیع صاحبؒ حضرت مولانا محمد یاسین صاحبؒ کے فرزند رشید اور مصنف کتاب کے حقیقی ماموں تھے، ملت کیلئے جو عظیم دینی خدمات حضرت مفتی صاحبؒ نے انجام فرمائیں ہیں وہ آبائی نسبتِ گنگوہی کا ثمرہ محسوس ہوتی ہیں مصنف کتاب مولانا سید حسن صاحبؒ کو خصوصی نسبت دامادی خانوادۂ قطب وقت حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب مفتی اول دارالعلوم دیوبند سے حاصل ہے قدیم دیوبند

کی علمی تاریخ میں مولانا سید حسن صاحب کے دادا مرحوم حضرت عبد العزیز صاحبؒ کا نام گرامی ایک ممتاز مدرس کی حیثیت سے معروف ہے اسطرح گویا تواتر کے ساتھ تدریسی اور تعلیمی خدمات کا ایک سلسلۃ الذہب موجود ہے ایک تاریخی لطیفہ یہ بھی ہے کہ مصنف مرحوم کے محترم نانا مولانا یاسین صاحب کا تولد مبارک اور بنائے دار العلوم ایک ہی تاریخ سے منسلک ہے

مصنف علیہ الرحمۃ کی ابتدائی زندگی

ہے! مصنف کتاب کا آغاز تعلیم دار العلوم سے ہی ہوا اور یہی سے پروان چڑھا آپکی تعلیم شرح جامی تک پہنچی تھی ۱۳۳۰ھ میں والد محترم کا انتقال ہوگیا انا للہ الخ آپکی والدہ محترمہ ایک عظیم عابدہ زاہدہ تواضع اور خلوص کا پیکر اور خود دار طبع کے ساتھ تربیت اور سرپرستی کا بہتر سلیقہ خود دار رکھتی تھیں اور بحمداللہ فضلِ خداوندی اور موصوفہ کی فہم و تدبر سے گھر کا نظام کامیابی کے ساتھ جاری و ساری رہا مصنف مرحوم کے والد بزرگوار کے وصال کے وقت والدہ ماجدہ کے علاوہ دو بہنیں اور اور پانچ بھائی تھے مصنف کتاب کے بھائیوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں جناب ابن حسن صاحب مرحوم اور موجودہ حضرات میں اس وقت سب سے بڑے بھائی صاحب ذکر و تذکیر عظیم جامع خلق شخصیت ہمدرد انسانیت حضرت مولانا حامد حسن صاحب مدظلہ العالی خال مقیم لاہور

جو بھی اور دوسرے بھائی جناب اسعد حسن صاحب ایک ذکی اور فہیم ذکاوت خداداد رکھتے ہیں سب سے چھوٹے جناب زاہد حسن صاحب مدیر ادارہ فروغ اسلام لاہور جناب زاہد حسن صاحب نے ہجرت وطن کے بعد لاہور میں عظیم گراں قدر علمی خدمات باوجود قلت وسائل انجام دی ہیں آپ نے ایک ادارہ فروغ اسلام قائم کیا اور اس سے ایک ماہنامہ فروغ اسلام کا اجراء کیا اور پرچہ کے ذریعہ مسلک دیوبند اور فکر صالح کی اشاعت میں ایک نمایاں کردار ادا ہوا بہر حال مولانا نفیس حسن صاحب کا خانوادہ انفرادی اور اجتماعی طور پر اس صدی کے طویل عرصہ سے ممتاز علمی کام کر رہا ہے

تین تائے زاد بھائی جناب فضل کریم پروفیسر کراچی، حافظ احمد کریم، مولوی انوار کریم صاحب رکن مجلس دارالعلوم ہیں

تحریک خلافت سے وابستگی:- ابتدائی زندگی ہی میں مولانا موصوف کو فصیح اللسان اور ایک نامور مقرر تسلیم کر لیا گیا تھا جو عمر کے لحاظ سے ایک کرامت سے کم نہ تھا، آپ کے بچپن میں تحریک خلافت شباب پر تھی مولانا موصوف خلافت کے پر رونق جلسوں میں شرکت فرماتے اور مسلم قوم کو انگریزی سامراج کے خلاف مؤثر طور پر برانگیختہ کرتے اندازہ ہے کہ تحریک آزادی میں نمایاں کردار ادا ہو سکا۔

آپ کے ممتاز اساتذہ:- تعلیم جماعت مخصوصہ کے ساتھ حضرت شیخ الادب مولانا اعزاز علی صاحب سے حاصل فرمائی آپ کے مقتدر استاذ حدیث حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی تھے جن سے آپ نے بخاری شریف پڑھی تھی ابوداؤد شریف کا درس آپ نے حضرت حافظ

مولانا سید اصغر حسین صاحب سے اخذ فرمایا آپ کے
اہم اساتذہ دار العلوم میں رئیس المتکلمین حضرت الاستاذ
علامہ ابراہیم صاحبؒ سابق صدر المدرسین دار العلوم دیوبند ہیں
مولانا نے آپ سے مسلم شریف اور دیگر فن منطق کی کتب پڑھی ہیں مولانا
ایام طالب علمی کے بعد سے آخر حیات تک حضرت علامہ رحمۃ اللہ علیہ کے تبحر علمی
اور فن دانی کے معترف تھے تدریس کے دوران بھی اکثر مسائل کلامیہ
میں حضرت علامہ ابراہیم صاحبؒ سے تسکین حاصل فرماتے حضرت الاستاذ مولانا
محمد جلیل صاحبؒ کیرانوی سے ترمذی پڑھی ہے حضرت کی زندگی سے مولانا
نہایت متاثر اور آپکے علمیت کے معترف تھے، قبلہ پیر جی شریف صاحب
گنگوہی مدظلہ العالی صدر المدرسین اور قبلہ جناب قاری محمد عتیق صاحب ہیں۔

تعلیمی جد وجہد :- تعلیمی میدان میں آپ نے استاذ محترم حضرت
شیخ الادب والفقہ مولانا اعزاز علی صاحبؒ کا دست مبارک لیا اور اس عطاء علم
سے خارج اوقات میں مخصوص جماعت کے ساتھ علوم دینیہ کی تعلیم شروع فرمائی
ذکاوت وطبع اور ذہن وفکر کی جودت کی بنا پر حضرت شیخ الادبؒ قلبی توجہ
فرماتے اور محبت رکھتے تھے اسی محبت و توجہ کے نتیجے میں وہ پختہ معیاری
استعداد حضرت موصوف کو حاصل ہوئی جبکی شان ہمعصروں میں مفقود رہی ہے
مولانا موصوف تعلیمی دور میں ہمیشہ امتیازی نمبرات سے کامیاب ہوتے
اسکے علاوہ مزید یہ ہے کہ مقامات حریری جیسی کتاب کا سالانہ امتحان بغیر کسی
استاذ کے پڑھے ہوئے ذاتی مطالعہ سے دیا۔ پوری جماعت کے ساتھ

امتحان دیگر مقامات حریری جیسی عظیم المرتبت کتاب میں ممتاز نمبرات حاصل کئے جسکو دیکھ کر اساتذہ خصوصًا حضرت شیخ الادبؒ نہایت مسرور تھے مزید حیرت یہ ہے کہ بعض کتابیں درس نظامیہ میں نہیں پڑھی تھیں لیکن فنون کی وہی کتابیں درس پڑھاتے تھے یہ محض فضل ایزدی اور صلاحیت خداداد اور اساتذہ کی توجہ اور دعائیں تھی اساتذہ کا احترام مولانا موصوف کو ہر وقت ملحوظ تھا مدرسی کے دور میں بھی کسی استاذ کی دل آزاری کے امکان سے بھی پرہیز کرتے تھے اور اپنے شاگردوں کو ہمیشہ اسکی وصیت فرماتے مولانا موصوف کے خیال اور تجربہ میں علوم شرعیہ کا حصول بدون تعظیم استاذ اور تعظیم کتاب کے نہیں ہوسکتا ہے بارہا حضرت مدنیؒ کا یہ جملہ بھی دہراتے کہ نہ صرف استاذ اور کتاب کا احترام ضروری ہے بلکہ دوسرے سامان علم یعنی قلم دوات اور دیگر متعلقہ اشیاء کا بھی لحاظ ضروری ہے اسی سے علوم شرعیہ میں روشنی حاصل ہوتی ہے بہرکیف عہد تعلیمی میں مولانا موصوف کا ممتاز مقام تھا اور اکثر اعلیٰ درجہ پر فوق نمبرات پوری پوری جماعت میں امتیاز کے ساتھ حاصل فرماتے بالآخر ۱۳۸۵ھ کے مبارک سال آپنے دارالعلوم دیوبند میں علوم شرعیہ سے فراغت حاصل فرمائی :-

فراغت کے بعد علمی خدمات :- مدینۃ العلوم دارالعلوم سے فراغت کے بعد نجی طور پر آپکا تدریسی سلسلہ چلتا رہا طلباء اور غیر طلباء مختلف موضوعات پر اخذ علوم کرتے رہتے ہی اسی دوران دیوبند میں ایک ممتاز شخصیت عالی جناب حضرت مولانا محمد جلیل صاحب مدظلہ نے جو اس زمانے میں منصف دیوبند کے عہدہ پر فائز تھے

حضرت مولانا موصوف سے عربی پڑھنی شروع کی۔ یہاں پر یہ بات قابل ذکر ہے کہ مولانا محمد جلیل صاحب بجلیلی سے بعد میں دسٹرکٹ جج ہوکر اشیار ٹیائر ہو گئے جو حکیم الامت حضرت تھانویؒ سے قریبی واسطہ رکھتے ہیں اور ایک عالم باعمل کی حیثیت سے حضرت تھانویؒ سے فیض یافتہ پاکیزہ ہستی آج بھی اعظم گڑھ میں علاوہ افروز ہے خداوند کریم موصوف کو درازی عمر اور مرضیات کی توفیق عطا فرمائے آمین

مادر علمی دارالعلوم دیوبند سے وابستگی :- فراغت کے بعد درمیانی عرصہ میں مولانا موصوفؒ کچھ عرصہ کے لئے "نینی تال" بسلسلۂ تدریس تشریف فرما رہے لیکن ایک مستقل علمی تدریسی خدمت کا اضطراب سینے میں موجزن تھا اور خواہش تھی کہ کسی طرح دارالعلوم دیوبند میں علمی خدمت کا موقع میسر آئے چنانچہ بفضل ایزدی شعبۂ فارسی وریاضی دارالعلوم میں مولانا موصوف کو بعہدۂ تدریس فائز کیا گیا آپ نے ابتدائی طور پر "مادر علمی" کی اس خدمت مقدسہ کو بچشم قبول فرمایا اور پوری تندہی اور استعداد خداداد سے اعلیٰ مہارت اور معیار کے ساتھ فارسی کی بلند پایہ کتابیں پڑھائیں، اس طرح بارہ سال تک اس خدمت کو مسلسل انجام فرماتے رہے ایک سرچشمۂ علم وفن کیلئے صرف فارسی درس وتدریس پر اکتفا کرنا ناممکن تھا چنانچہ اس عرصہ میں برابر اسکی خواہش فرماتے رہے کہ کسی طرح ارتقاء علمی کے ساتھ سرچشمۂ علم دین "لسان عربی مبین" کی خدمت کا موقع مرحمت کیا جائے اس سعی اور تمنا میں ایک طویل جدوجہد اور صبر آزما دور گزرتا رہا حالات نامساعد رہے البتہ بارہ سال آپ نے اسی

جد وجہد کے دور میں علمی کاوش اور مطالعۂ عربی درس وتدریس برابر جاری فرمائے رکھا اور خارج اوقات میں حدیث وتفسیر، فقہ ونحو صرف جیسے موضوعات پر اہم کتابیں درساً تعلیم فرماتے رہے، بالآخر مشیت ایزدی معاون ہوئی اور بارہ سال کے بعد شعبۂ فارسی کے طلسم کو توڑ کر درجۂ عربی میں تقرر کیا گیا رسماً تقرر درجہ ابتدائی ہی میں ہوا لیکن آپکی عالمانہ عظیم شخصیت کو جلد تسلیم کر لیا گیا اور آخر کار بسرعت تمام آپکو بہت کم وقفہ میں اعلیٰ معیاری کتابیں درس کیلئے من جانب مدرسہ جانے لگیں، چنانچہ تفسیر بیضاوی بقرہ طحاوی وشمائل و مشکوٰۃ شریف جیسی بلند پایہ کتابیں فارسی سے منتقلی کے فوراً بعد ہی تدریس کے لئے دیدی گئیں اس طرح بہت کم وقفہ میں آپ درجۂ وسطیٰ کے مدرسین کی صف میں شامل ہو گئے اور بہت جلد آپ مشکوٰۃ شریف، تفسیر ابن کثیر طحاوی شریف اور ترجمہ قرآن پاک جیسی اہم کتابوں کے ماہر استاذ مانے جانے لگے اس طرح مقامات حریری میبذی اور فنون امور عامہ، خیالی میر زاہد ملا جلال آپ کے زیر درس رہنے لگیں مشکوٰۃ شریف میں آپکو خصوصاً امتیازی مقام حاصل تھا کہ طلبہ مشکوٰۃ شریف پڑھ کر علم حدیث سے ایک گہری مناسبت اور ربط حاصل کرتے جس سے دورۂ حدیث کا سمجھنا نہایت سہل ہو جاتا وفات کے سال بھی مولانا موصوف کے پاس مشکوٰۃ شریف امور عامہ [illegible] مہ، تفسیر ابن کثیر جیسی اہم کتابیں زیر درس تھیں مولانا نے شعبۂ عربی کے تقریباً بارہ سال عرصہ اور مجموعی طور پر دارالعلوم سے

وابستہ چوبیس سالہ زندگی میں ایک طویل خانۂ علمی اور اصلاحی خدمات کا چھوڑا ہے جو اخلاص اور فضل الہی کی بنا پر ذکر سرمدی بنکر ہمہ وقت تازہ رہے گا آپکی اعلیٰ قابلیت اور انتظامی صلاحیت کو دیکھتے ہوئے ادارۂ اہتمام نے دارالاقامہ کے انتظام کے لئے بھی آپ کو ناظم مقرر کیا آپ اس خدمت پر ایک عرصہ تک فائز رہکر بحسن وخوبی انجام دیتے رہے ۔

آپ کے ممتاز تلامذہ :- حضرت مولانا سید حسن صاحبؒ نے تقریباً اپنے ۴۰ سالہ تدریس دارالعلوم کے طویل تدریسی مقبول دور کے ساتھ ہزاروں تشنگان علوم کا سیراب کیا نہ صرف ہند و پاک بلکہ عالم اسلام کے مختلف گوشوں میں آپ کے تلامذہ دینی اور ملی خدمات انجام دے رہے ہیں آپ کے تلامذہ میں مدرسہ صولتیہ کے ایک ممتاز مدرس الشیخ نور محمد صاحب ہیں جنہوں نے ذاتی داعیہ پر حرم شریف سے تقریباً ۱۳۸۰ھ میں سفر دیوبند فرمایا اور مولانا مرحوم سے مختلف علوم کے ساتھ خصوصیت سے معقولات کے مسائل بطور درسی اخذ فرمانے مولانا کے ممتاز تلامذہ کی ایک عظیم جماعت تاریخ دارالعلوم کے صفحات پر موجود ہے لیکن چند قریشی نام پیش خدمت ہیں اور یہ منتخب حضرات ملک وملت کو مثبت اور رشد کی سمت لے جارہے ہیں الحاج حضرت مولانا سید اسعد مدنی مدظلہ العالی صدر

جمعیۃ العلماء ہند، خطیب العصر حضرت مولانا محمد سالم صاحب قاسمی استاذ حدیث
دارالعلوم ابن الانور حضرت مولانا سید انظر شاہ صاحب مسعودی
محدث و ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا خورشید عالم صاحب
نائب ناظم تعلیمات دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا وحید الزماں
صاحب الکیرانوی استاذ حدیث و ادب دارالعلوم دیوبند
حضرت مولانا حامد میاں صاحب مدظلہ استاذ دارالعلوم دیوبند
حضرت مولانا سعید احمد صاحب پالنپوری حضرت مولانا زبیر احمد صاحب حضرت
مولانا ریاست علی صاحب حضرت مولانا نعمان صاحب حضرت مولانا محمد شمیم
صاحب سکریٹری مسلم فنڈ دیوبند مولانا محمد عقیل صاحب مرکز المعارف
دیوبند حضرت مولانا محمد حسن باندوی حضرت مولانا فیض الحسن اور حضرت
مولانا کفیل الرحمٰن نشاط عثمانی نائب مفتی دارالعلوم دیوبند و مولوی
خورشید حسن صاحب قاسمی رفیق دارالافتاء و دارالقضاء دارالعلوم
دیوبند مولانا کفیل الرحمٰن صاحب کیرانوی راقم الحروف شاہد حسن قاسمی استاذ
شعبۂ عربی دارالعلوم دیوبند تحریک سیلہ سمیع شہید کے محافظ مولانا عبید اللہ الانور صاحب لاہور
خدام الدین مفتی احمد علی صاحب پانسکنڈری اسلام مفتی عبدالرزاق صاحب بھوپال مولانا محمد میاں صاحب آگرہ وغیرہ
مولانا سید حسن صاحب حضرت تھانوی کے خلیفہ مجاز اور صاحب تصانیف ہیں ۲۱ جمادی الاول ۱۳۸۱ھ کو
دفات ہوئی مزار قاسمی کے قریب آپکا کتبہ ہے آپکے تین لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں
مولوی شاہد حسن قاسمی استاذ عربی، مولوی خورشید حسن قاسمی دارالافتاء و قضاء مولوی
حافظ سلیمان ظفر قاسمی متعلم دورہ حدیث دارالعلوم دیوبند آپکی اہلیہ محترمہ بحمداللہ
حیات ہیں اور موصوفہ کے والد جناب مسعود احمد صاحب مرحوم حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب کے داماد
ہوتے ہیں جنکے صاحبزادے جناب افتخار احمد مسعودی دہلی و اسرار احمد صاحب و اخلاق احمد
صاحب ممتاز سماجی کارکن مقیم دیوبند ہیں، مرتب شاہد حسن قاسمی بن مولانا سید حسن صاحب

۲۲/۴/۱۹۸۱ ۶

فلسفۂ شہادتِ حسنین رضی اللہ عنہما

اس سے قبل کہ ہم شہادت حسنین رضؓ کا فلسفہ سمجھائیں ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ بتایا جائے کہ شہادت کی دو قسمیں ہیں اول شہادتِ خفی دوم شہادت جلی، شہادتِ خفی اُسے کہتے ہیں کہ مخفی اسباب کے تحت شہادت واقع ہو جیسے زہر، سحر وغیرہ کے ذریعہ سے، اور شہادتِ جلی اُسے کہتے ہیں کہ شہادت کے اسباب کھلی آنکھوں مشاہدہ سے ثابت ہوں جیسے قتل، زدوکوب وغیرہ اسکے بعد جاننا چاہیئے کہ جس طرح خلافتِ صدیق اکبر رضؓ تتمۂ نبوت ہے اسی طریقہ پر شہادت حسنین رضؓ بھی تتمۂ نبوت ہے، اس اجمال کی شرح یہ ہے کہ نبوت کا اہم مقصد تبلیغ دین ہے جسکے لیۓ انبیاء علیہم السلام معبوث کئے جاتے ہیں، ارشادِ خداوندی سبحانہٗ تعالےٰ ہے۔

یَآ اَیُّھَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ	(حاصل ترجمہ) اے رسول جو کچھ آپکے رب کی جانب سے آپ پر نازل کیا گیا ہے
وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ پ ٦ ع ١٣	آپ لوگوں کو سب پہنچا دیجئے اور اگر (بفرض محال) آپ ایسا نہ کریں گے تو گویا آپ نے اللہ تعالیٰ کا کوئی پیغام نہیں پہنچایا۔

لیکن تبلیغِ دین کی تکمیل کیلئے ضروری ہے کہ فتنۂ ارتداد بھی پیش آئے تاکہ ارتداد کے احکام کھل کر سامنے آجائیں اور مرتدین کے حقائق واشگاف ہو جائیں اور اہل دین نکھر کر سامنے آسکیں، دیکھئے جیسے سیدنا موسیٰ علیہ السلام بحرِ قلزم سے پار ہونیکے بعد جب کوہِ طور تشریف لے گئے تو تکمیلِ دین کیلئے اسباب پیدا ہوئے کہ فتنۂ ارتداد پیش آیا اور حضرت ہارون علیہ السلام کی موجودگی میں ہزاروں بنی اسرائیل گئوسالہ پرستی میں مبتلا ہو گئے، حضرت موسیٰؑ نے کوہِ طور سے واپس آکر مرتدین کا استیصال فرمایا اور انکو حکمِ خداوندی کے مطابق سخت سزائیں دیں ٹھیک اسی طریقہ پر آنحضرت صلعم کے وصال کے بعد نہایت خطرناک فتنہ پیش آیا حرمین شریفین کے دیہات میں ارتداد پھیل گیا بڑی تعداد میں قبائل مرتد ہو گئے اس خطرناک فتنے کا استیصال حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا اور مرتدین کو عبرتناک سزائیں دی گئیں ارتداد کے احکام اسی مدون کئے گئے، اسی لئے خلافت صدیقی کو تتمۂ نبوت کہا جاتا ہے، اگر یہ فتنہ ارتداد آنحضرتؐ کی موجودگی میں پیش آتا تو یہ شایانِ شان

ختمِ نبوت نہ ہوتا، آپ کی تعلیم میں کم فہموں کو التباس پیش آنیکا خطرہ تھا اور منافقین کی جماعت کیے پروپیگنڈے سے دور ملکوں میں یہ غلط شہرت پھیل جاتی ان محمداً یقتل اصحابہ[1]، چنانچہ اسی وجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے سامنے یہ فتنۂ ارتداد نہ آسکا واللہ اعلم، اسی طرح ختمِ نبوت کی تکمیل شہادت جلی اور خفی سے ہوتی ہے چنانچہ رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپنے ارشاد فرمایا، ارشادِ نبوی حاصلِ عبارت

وددتُ ان اُقتل فی سبیل اللہ ثم احیی ثم اقتل میری آرزو ہے کہ اللہ کے راستہ میں شہید کیا جاؤں اور پھر اس تمنا کی تکمیل واقعہ شہادت حسنین رض کی صورت سے جلوہ افروز ہوئی ہے اس ترتیب سے کہ اول حسن رض بن علی رض نے جام شہادت نوش فرمایا، حضرت حسن رض کی شہادت شہادتِ خفی تھی جو زہر ہلاہل کے ذریعہ سے ظاہر ہوئی، یہ درجہ شہادت کا ان ہی کیلئے مناسب تھا کیونکہ آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر سے نصفِ اعلیٰ میں بہت مشابہت رکھتے تھے اور حضرت حسین رض کو شہادتِ جلی نصیب ہوئی یعنی قتل اور خونریزی سے شہادت رونما ہوئی حضرت حسین رض کے لئے یہی مناسب اور شایانِ شان تھا کیونکہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شجاعتِ مردانہ اور ہمتِ عارفانہ کے کامل درجہ مظہر تھے۔ یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ نصف اسفل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہت رکھتے تھے جیسا کہ صحیح روایت سے ثابت ہے۔

الحاصل حسنین رض کی شہادت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جذبۂ شہادت کو تسکین عطا ہوئی، اسی لئے حضرت حسنین رض کی شہادت کو تتمۂ نبوت کہا جاتا ہے۔ یہ اگر خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیب ہوتی تو عوام کے لئے اندیشۂ ابتلا تھا کہ وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر کافروں نے غلبہ پا لیا کہ زہر یا قتل کے ذریعہ آپ کی شہادت واقع ہوئی۔

واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب

---

[1] ترجمہ اگر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہی ساتھیوں ہی کو قتل کر رہے ہیں۔ گویا حقیقت سے صرفِ نظر کر کے (مسلم)، کو بنیادی نقصان پہنچایا جاتا۔

یا فتّاح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ اٰلہٖ واصحابہ الطّیّبین الطاھرین الیٰ یوم الدین ۞

سببِ تالیف

برادرانِ اسلام! یہ بات عالم پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہے، کہ مذہبِ اسلام کے بانی سید الانبیاء رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپ کے علوم نبوّت سے براہ راست فیض یافتہ جماعت حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے لقب سے یاد کی جاتی ہے، اِس مقدس جماعت نے جو دینِ اسلام کی اشاعت میں عظیم الشان قربانیاں پیش کی ہیں اور جو کارہائے نمایاں انجام دئے ہیں اور جو تبلیغی خدمات مسلسل انجام دیں وہ تاریخی صفحات پر ہی نہیں بلکہ دُنیائے اسلام کے گوشہ گوشہ میں نقش کالحجر ہیں، ان کے شاندار کارنامے زندۂ جاوید ہیں، ان اکابر اُمّت کی پُرخلوص خدمات نہایت درجہ مقبول ہیں، جن کی مقبولیت کا اعلان قرآنِ کریم کی متعدد آیات میں فرمایا گیا ہے اور قرآنِ کریم کے نہایت بلیغانہ مختلف اسالیب میں حضرات صحابۂ کرام کی مدح اور تحسین فرمائی گئی ہے، ہم برکت کے لئے اُن آیات میں سے سورۃ الفتح کی

وہ آیات ذکر کرتے ہیں جن کو بغور مُطالعہ کرنے سے حضرات صحابۂ کرامؓ کے شاندار کارناموں کا ایک اجمالی نقشہ ذہن میں آجائے گا۔ نیز سابقہ آسمانی کتاب تورات وانجیل میں جو حضرات صحابۂ کرامؓ کی مدح منقول ہے اُس کا بھی اجمالی نقشہ سامنے آجائے گا، ترجمہ آیات کریمہ :۔

مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْاَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝	"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ آپؐ کی صحبت یافتہ ہیں وہ کافروں کے مقابلے میں تیز ہیں آپس میں مہربان ہیں، (اے مخاطب) تو اُن کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں کبھی سجدہ کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کے فضل اور رضامندی کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں اُنکے آثار بوجہ تاثیر سجدہ کے اُن کے چہروں پر نمایاں ہیں یہ انکے اوصاف توراۃ میں ہیں اور انجیل میں ان کا یہ وصف ہے کہ جیسے کھیتی کہ اس نے اپنی سوئی نکالی پھر اُس نے اس کو قوی کیا، پھر وہ اور موٹی ہوئی اور پھر اپنے تنہ پر سیدھی کھڑی ہوگئی کہ کسانوں کو بھلی معلوم ہونے لگی، تاکہ اُن سے کافروں کو جلا دے، اللہ تعالیٰ نے اُن صاحبوں سے جو کہ ایمان لائے ہیں اور نیک کام کر رہے ہیں مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ کر رکھا ہے"

(بیان القرآن - سورۃ الفتح پ ۲۶)

حق سبحانہ تعالےٰ نے حضرات صحابۂ کرامؓ جن کو مراتب عالیہ قرب خداوندی کے اعتبار سے حاصل ہیں، اجمالاً حال اِس طرح بیان فرمایا ہے:۔

رضی اللہ عنھم و	اللہ تعالےٰ اُن سے راضی ہوگا اور وہ
رضوا عنہ۔ (پ ۲۸ سورۃ المجادلہ)	اللہ تعالےٰ سے راضی ہونگے۔

الحاصل حضرات صحابۂ کرامؓ کی کمال مقبولیت قرآنِ کریم سے ثابت ہے، اور اہلِ تحقیق کا اس پر اجماع ہے کہ کوئی ولی، غوث، قطب، اگرچہ وہ کتنا ہی اعلیٰ مرتبہ پر ولایت کے فائز ہو، کسی ادنیٰ صحابی کے رتبہ کو نہیں پہونچ سکتا کیوں کہ جو کمال ایمان رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے صحابۂ کرامؓ کو میسّر آیا، وہ ان حضرات کو کہاں حاصل ہو سکتا ہے جو فیض صحبت سے مشرف نہیں ہیں۔

یہاں پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرات صحابۂ کرامؓ کے فضائل ومناقب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے ہیں، مختصر طور پر بیان کر دئے جائیں، جن کے مُطالعہ سے اہلِ اسلام کو حضرات صحابۂ کرامؓ کے ساتھ کامل حسنِ عقیدت پیدا ہو جائے، اور سب صحابۂ کرام کی تعظیم وتکریم کا جذبہ نصیب ہو جائے، آمین!

حدیث اوّل:۔	حاصلِ حدیث
قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم لا تسبّوا اصحابی فانّ احدکم لو انفق مثل اُحدٍ ذھبًا	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے کسی صحابی کی شان میں ادنیٰ سی گستاخی نہ کرو، کیونکہ اُن کا مرتبہ حق تعالےٰ کے یہاں اِس

ما بلغ مدّ احدھم ولا نصیفہ ۔ (رواہ البخاری ومسلم، وابوداؤد، والترمذی عن ابی سعید الخدریؓ)

درجہ بلند ہے کہ اگر کوئی غیر صحابی اُحد پہاڑ کے برابر سونا خیرات کرے تو میرے صحابی کے ایک سیر بھر بلکہ آدھ سیر خیرات کرنے کے برابر بھی نہ ہوگا ۔

حدیث دوم:۔

عن ابن عمر رضی اللہ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا رأیتم الذین یسبّون اصحابی فقولوا لعنۃ اللہ علی شرّکم (ترمذی)

حاصلِ حدیث:۔

ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو، جو میرے صحابہؓ کی شان میں گستاخیاں کرتے ہوں تو اُن سے یوں کہدو، تمہاری اس بُری حرکت پر خُدا کی لعنت ہو ۔

(ترمذی شریف)

حدیث سوم:۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اللہ فی اصحابی، فی اصحابی لا تتخذوا ھم غرضاً بعدی فمن احبّھم فبحبّی احبّھم، ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم، ومن

حاصلِ حدیث:۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اے لوگو خدا تعالےٰ سے بہت ڈرو، میرے دنیا سے چلے جانے کے بعد، یہ جملہ آپ نے دو مرتبہ ارشاد فرمایا اسکے بعد فرمایا کہ میرے صحابہ کو لعن و طعن کا نشانہ مت بناؤ، یاد رکھو، جو میرے صحابہؓ سے محبت کریگا وہ درحقیقت اسکو نری محبت کی بنا پر اُن سے محبت ہوگی، اور جو اُن سے بغض و عداوت رکھے گا وہ درحقیقت

اذاھم فقد اذانی، ومن اذانی فقد اذی اللہ ومن اذی اللہ فیوشک ان یاخذہ۔ (ترمذی عن عبداللہ بن مغفل مرفوعاً)	مجھ سے بغض وعداوت رکھنے کی وجہ سے ان سے بغض وعداوت ہوگی، جو میرے صحابہ کو اذیت دیگا اس نے مجھ کو اذیت پہونچائی اور جس نے مجھ کو اذیت پہونچائی اس نے حق تعالیٰ کو ناراض کیا اور جس نے حق تعالیٰ کو ناراض کرلیا تو اس پر عذابِ الٰہی نازل ہونے کا اندیشہ ہے۔

اِن احادیث سے ثابت ہوا کہ حضرات صحابہ کرامؓ کا عمل حق تعالےٰ کے یہاں نہایت درجہ مقبول ہوتا ہے یہ مقبولیت غیر صحابی کو میسر نہیں۔ اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ جو حضرات صحابہؓ سے محبت کریگا اس کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے کا اجر ملے گا، اور ان سے جو بغض رکھے گا، وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے بغض کے مرادف ہوگا، اور حضرات صحابہؓ کرام کو جسمانی اور روحانی اذیت دینے والا وہ فی الحقیقت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہونچا رہا ہے، نعوذ باللہ منہ

اِس پرفتن دنیا پر افسوس ہوتا ہے کہ بہت سے کم فہم مسلمان حضرات صحابۂ کرام کے کمالِ عظمت کے قائل نہیں ہیں اور جس حسنِ عقیدت کی حضرات صحابۂ کرام کے متعلق تعلیم نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے اس سے انحراف کر رہے ہیں، اس لئے اِس دور میں علمارِ حق اِس سعئ جمیل میں مصروف ہیں کہ مناقب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم بیان کئے جائیں اور عام مسلمانوں کو حضرات صحابۂ کرام کی حسن عقیدت کی ترغیب دلائی جائے

اور کمالات صحابہؓ کا مکمل تعارف کرایا جائے، اِس مقصد کے لئے ہر دور میں علمائے ربانیین نے مختلف کتابیں تصنیف فرمائی ہیں کیونکہ اسلام کا بنیادی استحکام اسی پر منحصر ہے

احقر نے اس نظریہ کے پیشِ نظر کہ:۔

"احب الصالحین ولست منھم":۔

"میں صالحین سے محبت کرتا ہوں، اگرچہ اُن جیسا نہیں ہوں"

"لعل اللہ یرزقنی صلاحًا"

"عجب نہیں اللہ تعالےٰ مجھ کو صلاحیت عطا فرمائے"

اِس سے قبل سیرتِ صدیقؓ دو جلدوں میں تصنیف کی۔ اس کے بعد سیرتِ عمرؓ تیار کی۔ اِن سے فراغت کے بعد بعض مخلصین احباب و اکابرین کے اصرار پر یہ عزم ہوا کہ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی سیرت مقدسہ کو مکمل تحریر کیا جائے، لہٰذا احقر نے توکلاً علی اللہ سیدنا حضرت حسینؓ کی سیرتِ مقدسہ کو حتی الامکان مکمل طور پر پیش کرنے کا قصد کیا، اور اس سیرتِ مقدسہ کو چار ادوار پر منقسم کیا ہے۔

دورِ اوّل میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت سے لیکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات تک کے واقعات درج ہیں۔

دورِ دوم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد سے لیکر خلیفۂ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی وفات تک جو دینی خدمات سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے انجام دی ہیں اُن کی تفصیلات درج ہیں۔

تیسرے دور میں حضرت حسینؓ نے جو حضرت علیؓ کی وفات سے لیکر حضرت حسن بن علیؓ کی وفات تک مجاہدانہ کارنامے انجام دئیے، اُن کی تفصیلات پیش کی گئی ہیں۔

چوتھے دور میں سیدنا حسینؓ کے مجاہدانہ اہم کارناموں کا تذکرہ ہے، جو حضرت حسن بن علیؓ کی وفات کے بعد آپ نے انجام دئے ہیں۔ اور بالآخر اہلِ باطل کی قوتوں سے جنگ کرتے ہوئے آپ نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ رضی اللہ عنہ۔

اِس سیرتِ مقدس کا مآخذ علم تفسیر، علم حدیث، علم تاریخ کی کتب معتبرہ ہیں، جن کے اسمار یہ ہیں:

بخاری شریف، ترمذی شریف، شمائل ترمذی شریف، ابن ماجہ شریف مسند امام احمد، فتح الباری، شرح بخاری، عمدۃ البخاری، عمدۃ القاری شرح بخاری البدایہ والنہایہ مؤلفہ علامہ حافظ ابن کثیرؒ۔ اسد الغابہ، تہذیب التہذیب، اصابہ فی معرفۃ الصحابہ، جمع الفوائد، مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، لمعات شرح مشکوٰۃ، مقدمہ ابن خلدون، تاریخ ابن اثیر کامل، الصواعق المحرقہ۔

نسب نامہ

سیّدنا حضرت حسینؓ ایسا اعلیٰ نسب رکھتے ہیں کہ اگر یوں کہا جائے کہ ان سے اعلیٰ درجہ کا نسب ان کے حقیقی بھائی و بہنوں کے سوا عالمِ دُنیا میں کسی کو حاصل نہیں تو بیجا نہ ہوگا، کیونکہ نبی کریم، رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم حضرت حسینؓ کی والدہ کے اعتبار سے حقیقی نانا ہیں، اور والد بزرگوار کے لحاظ سے دادا ہیں، کیونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اگرچہ نسب کے لحاظ سے آپؐ کے چچازاد بھائی ہیں، مگر آپ کی گود میں پرورش پائی ہے لہٰذا بمنزلہ حقیقی بیٹے کے ہوئے اور حضرت حسینؓ آپؐ کے بمنزلہ پوتے کے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت حسینؓ کو محض نسبی ہی خصوصی تعلق نہیں بلکہ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں نہایت درجہ محبوب بھی ہیں، جس کی بناء پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو حضرت حسینؓ سے محبت کرنے کا ارشاد فرمایا۔ چنانچہ صحیح ترمذی میں مروی ہے:۔

حدیث:۔

حاصلِ حدیث	
حسینؓ میری اولاد ہیں اور مجھکو حسینؓ سے خصوصی تعلق ہے، اللہ تعالےٰ محبت فرمائے اُس بندہ سے جو حسینؓ سے سچی محبت کرے۔	حُسَیْن مِنّی وَ اَنَا مِنَ الْحُسَیْن اَحَبَّ اللّٰہُ من اَحَبَّ حُسَیْنًاؓ
(ترمذی)	(ترمذی شریف)

حضرت حسینؓ کی ایک بڑی خصوصیت یہ بھی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

حضرت حسنؓ وحسینؓ دونوں بھائیوں کو جنّت کا سردار ہونے کی بشارت دی ہے، ایسے مُبارک اور پاکیزہ نسب وحسب کے ساتھ حق تعالٰے نے حضرت سیدنا حسینؓ کو نوازا ہے۔ ذالك فضل الله يؤتيه من يشآء۔

حضرت حسینؓ کے والد ماجد

آپ کے والد بزرگوار خلیفۂ راشد حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہیں جو کہ رُتبے اور مناقب کے لحاظ سے خلیفۂ چہارم ہونے کا شرف رکھتے ہیں، آپ کا نسب نامہ یہ ہے :-

علی[1] بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی، بن کلاب بن مُرۃ بن کعب بن لوئی بن غالب، بن فہیر بن مالک بن بن الکنانہ بن الخزیمہ بن المدرکہ بن الیاس بن مضر بن نذار بن معد بن عدنان[2]

سلسلۂ نسب سے یہ بات واضح ہے کہ حضرت علیؓ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نسب کے لحاظ سے چچا زاد بھائی ہیں، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی والدہ مکرمہ کا اسم مبارک فاطمہ ہے جو کہ اسد بن ہاشم بن عبد مناف کی اولاد سے ہیں، تو سیدنا علی کرم اللہ وجہہ ایسے نجیب الطرفین ہیں کہ آپ کے والد صاحب اور آپ کی والدہ صاحبہ دونوں بنو ہاشم سے ہیں، حضرت علیؓ کی والدہ ماجدہ

---

[1] حضرت علیؓ اُن دس صحابۂ کرام میں شامل ہیں جن کے جنّتی ہونے کا دُنیا میں اعلان فرمایا گیا۔

[2] البدایہ والنہایہ ص۳۳۲ جلد ۷

مسلمان ہوئیں اور مکّہ سے مدینہ ہجرت[1] فرمائی، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ حیات میں وفات پائی، ان کے دفن میں نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے شرکت[2] فرمائی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی شفقت میں پرورش پاتے رہے، اسی وجہ سے آپ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ کم سنی میں بلوغ سے قبل ہی مشرف باسلام ہو گئے، اس وجہ سے آپ تمام کم سن انسانوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے ہیں، جس طرح کہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیقؓ کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ آزاد مردوں میں سب سے پہلے مشرف باسلام ہوئے ہیں۔ اور جس طرح کہ عورتوں میں آپ کی زوجۂ مطہرہ حضرت خدیجہؓ مشرف باسلام ہوئیں۔

حضرت علیؓ کے مناقب آنحضرتؐ سے منقول ہیں، اُن میں سے چند حدیثیں یہاں نقل کی جاتی ہیں:۔

حدیث اوّل:۔

حاصلِ حدیث:۔

حاصلِ حدیث	متن
جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہونچنے کے بعد ایک ایک انصاری اور ایک ایک مہاجر سے رشتۂ مواخات قائم کرایا تو حضرت علیؓ روتے ہوئے آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے کہ آپنے تمام صحابۂ کرام میں ایک دوسرے کے ساتھ رشتۂ مواخات قائم کرایا اور مجھ کو چھوڑ دیا، تو ابن عمرؓ فرماتے ہیں	عن ابن عمرؓ لمّا اٰخی النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم بین اصحابہ فجاء علیؓ تدمع عیناہ وقال یا رسول اللہ اٰخیت بین اصحابک

---

[1] البدایہ والنہایہ ص۳۳۲ ج۲
[2] جمع الفوائد جلد دوم ص۲۱۱ ؎

ولم تواخ بيني وبين احدٍ فسمعته صلى الله عليه وسلم يقول انت اخي في الدنيا والآخرة ۔ (ترمذی)

کہ میں نے نبی کریم سے یہ سُنا کہ علی کرم اللہ وجہ سے فرما رہے تھے کہ تم تو میرے بھائی ہو اِس دُنیا میں بھی اور عالمِ آخرت میں بھی ۔ (ترمذی شریف)

حدیث دوم :۔

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يحب عليًّا منافق ولا يبغضه مؤمن ۔ (ترمذی عن ام سلمة مرفوعًا)

حاصلِ حدیث :۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علی کرم اللہ وجہہ سے منافق محبت نہیں کرتے ہیں اور مومن بغض نہیں رکھتے ہیں ۔

حدیث سوم :۔

قال النبي صلى الله عليه وسلم انا دار الحكمة وعلیؓ بابها (ترمذی عن علی)

حاصلِ حدیث :۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری مثال علوم حقہ کے اعتبار سے مکان کی سی ہے، اور علیؓ اس مکان کے دروازے کے مشابہ ہیں ۔

(ف) حضرت ملا علی قاریؒ نے فرمایا[1]، مراد حدیث یہ ہے کہ حضرت علیؓ دار حکمت کے ایک عظیم الشان دروازہ ہیں تو علوم دینیہ کے مرکز نبی کریمؐ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں، اور تمام صحابۂ کرامؓ جنہوں نے آپؐ سے علوم اخذ فرمائے ہیں وہ دروازوں کے مشابہ ہیں، اُن صحابۂ کرام میں حضرت علیؓ اور خلفاء راشدین کو ایک اہم خصوصیت حاصل ہے ۔

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ، باب مناقب علیؓ

حدیث چہارم :-
قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لعلیؓ انت منی بمنزلۃ ھارونؑ من موسیٰؑ الا انہ لا نبی بعدی ۔ بخاری و مسلم عن سعد بن ابی وقاص

حاصلِ حدیث :-
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے خطاب کر کے فرمایا، تمہارا تعلق مجھ سے ایسا ہی جیسا موسیٰؑ کا ہارونؑ سے تھا مگر محمدؐ پر نبوت ختم ہو چکی میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

(ف!) شاہ عبد الحق صاحب محدث دہلویؒ لمعات میں بیان فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ سے یہ ارشاد آپؐ نے غزوۂ تبوک میں جاتے ہوئے فرمایا تھا، کیوں کہ تبوک دور مقام تھا، گھر والوں کی نگہبانی کے لئے حضرت علیؓ کو چھوڑ کر جانا تھا، تو آپؐ نے تسلی دینے اور اُن کو خوش کرنے کے لئے یہ ارشاد فرمایا تھا، اِس کے بعد حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ فرقہ شیعہ نے اِس حدیث سے یہ استدلال قائم کیا کہ خلافت بعد وصال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی کا حق ہے۔ لیکن حضرات علمائے محققین فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے خلافت پر استدلال صحیح نہیں، بلکہ مقصد حدیث یہ ہی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غیبوبت کے زمانہ میں حضرت علیؓ آپؐ کے قائم مقام ہیں جیسے حضرت ہارون علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کے کوہِ طور پر جانے کے وقت قائم مقام بنائے گئے تھے، اور ہارونؑ موسیٰ علیہ السلام کے بعد خلیفہ نہیں بنے، کیونکہ حضرت ہارونؑ کی وفات تو حضرت موسیٰؑ سے پہلے ہی وادئ تیہ میں ہوگئی تھی، اور جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ تبوک

کے زمانہ میں قائم مقام ہوئے تو نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھانے کے لئے حضرت عبداللہؓ بن ام مکتوم نابینا صحابی کو مسجد نبویؐ میں امام مقرر کیا، تو اگر اس زمانہ میں حضرت علیؓ کی خلافت مطلقہ ہوتی تو امامت صلوٰۃ کے لئے حضرت ابن ام مکتوم کو تجویز نہ کیا جاتا۔ واللہ اعلم

حدیث پنجم:۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من سب علیاً فقد سبنی

(رواہ احمد عن ام سلمۃؓ)

حاصلِ حدیث:۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے علیؓ کی شان میں گستاخی کی، تو گویا اس نے میری شان میں گستاخی کی۔

حدیث ششم:۔

عن البراءؓ بن عازب و زیدؓ بن ارقم ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لما نزل بغدیر خم اخذ بید علیؓ فقال الستم تعلمون انی اولیٰ بالمؤمنین من انفسھم قالوا بلیٰ قال الستم تعلمون انی اولیٰ بکل مؤمن من نفسہ قالوا بلیٰ فقال اللھم من

حاصلِ حدیث:۔

حضرت براء بن عازب اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے واپس ہوتے ہوئے مقام غدیر خم پر پہونچے جو کہ جُحفہ سے تین میل پر واقع ہے، آپؐ نے حضرات صحابہ کرامؓ کے سامنے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ہاتھ پکڑ کر یہ ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! تم اس سے واقف ہو کہ میرا تعلق تمام مسلمانوں سے اس درجہ قوی ہے کہ اتنا خود ان کا اپنی جانوں سے نہیں سب حاضرین نے تسلیم کرتے ہوئے عرض کیا بیشک

كنت مولاه فعليٌّ مولاه
اللهم وال من والاه
وعاد من عاداه فلقيه
عمرؓ بعد ذالك فقال
له هنيئاً يا ابن ابی طالب
اصبحت وامسيت
مولیٰ كل مؤمن و
مؤمنة۔
(رواه احمد)

☆ ☆ ☆

☆ ☆ ☆

ایسا ہی ہے، اس کے بعد آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتے ہو کہ میں ہر مؤمن سے اُسکی جان سے بھی زیادہ تعلق رکھتا ہوں، سبؓ نے عرض کیا، بیشک ایساہی ہے۔ اس کے بعد آپؐ نے حق تعالےٰ سے دُعا فرمائی کہ اے اللہ! میں جس کا مولیٰ بنجاؤں علیؓ بھی اُس کے مولیٰ ہوں، اے اللہ! محبّت کیجیے اُس شخص سے جو علیؓ سے محبت کرے، اور مبغوض رکھیے اُس شخص کو جو علیؓ سے دشمنی رکھے
اِس ارشاد کے بعد عمر فاروقؓ حضرت علیؓ سے ملے، اور مبارکباد دیتے ہوئے فرمایا، اے ابن ابی طالب مُبارک ہو اب تو تم ہر مومن مرد و عورت کے مولیٰ بن گئے

(ف) علامہ ملا علی قاریؒ مرقات شرح مشکوٰۃ میں تحریر فرماتے ہیں کہ فرقہ شیعہ نے اِس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے کہا کہ اِس حدیث سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ جماعت صحابہ کرامؓ میں سب سے زیادہ خلافت کے اہل ہیں، کیونکہ حضرت علیؓ کو مولیٰ، اہلِ ایمان کہا گیا ہے۔ اور مولیٰ کے معنی ہیں کہ خلافت کے سب سے زیادہ اہل ہیں۔

یاد رکھو فرقہ شیعہ کے اس استدلال کا جواب علماءِ اہلِ حق نے یہ دیا ہے کہ لفظ مولیٰ عربی لغت میں مشترک لفظ ہے جس کا استعمال اتنے معنی میں آتا ہے:۔ (۱) رب (۲) مالک (۳) آقا (۴) مُنعم (۵) مُعتق یعنی آزاد کرنیوالا

(۶) آزاد کردہ غلام، (۷) مددگار، (۸) محبت کرنے والا، (۹) دعویدار (۱۰) پڑوسی، (۱۱) چچازاد بھائی، (۱۲) حلف کرنے والا۔

اور یہاں پر قرینہ مقام سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ مولیٰ بمعنی محبوب ہے لہذا اس کا تعلق مسئلہ خلافت سے کچھ بھی نہیں، خوب سمجھ لو۔[1]

حدیث ہفتم:-

عن علیؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیک مثل من عیسیٰ ابغضتہ الیہود حتی بہتوا امہ واحبہ النصاریٰ حتی انزلوہ بالمنزلۃ التی لیست لہ ثم قال یہلک فیّ رجلان محبٌّ مفرط یقرظنی بما لیس فیّ ومبغض یحملہ شنآنی علی ان یبہتنی (رواہ احمد)

حاصلِ حدیث:-

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے خطاب کر کے فرمایا کہ تمہارا حال حضرت عیسیٰؑ کے مشابہ ہوگا کہ اُن کو یہود کی ایک جماعت نے نہایت درجہ مبغوض قرار دیا اور اس قدر گستاخ ہو گئے کہ انکی والدہ مقدسہ پر بہتان گھڑا، اور نصاریٰ نے عیسیٰؑ سے اس درجہ محبت کی اور عقیدت کا اظہار کیا کہ الوہیت کے مقام تک پہونچا دیا، جو حضرت عیسیٰ کا مقام نہیں ہے، یہ روایت نقل کرنے کے بعد حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا، میری وجہ سے دو قسم کے آدمی دینی ہلاکت میں مبتلا ہو گئے۔ اول حد سے زیادہ محبت کرنے والا، جو میری محبت میں وہ باتیں کہے گا جو میرے شایانِ شان نہیں ہے اور ایک وہ شخص جو مجھ سے دشمنی رکھنے والا ہوگا جس کی دشمنی اسکو اس بات پر اُبھار دیگی کہ مجھ پر جھوٹے بہتان لگائے۔

[1] مرقات شرح مشکوٰۃ، باب مناقب علی کرم اللہ وجہہ ۱۲

حضرت علیؓ کے جو فضائل اِن احادیث میں بیان کئے گئے ہیں انکی بناء پر کوئی یہ شُبہ نہ کرے کہ سیّدنا حضرت علیؓ کا مقام حضرات خلفاءِ ثلٰثہ سے بلند تر ہے، کیونکہ رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرات خلفاءِ ثلٰثہ کے مناقب اِس درجہ ارشاد فرمائے ہیں جن سے انکی برتری اور فضیلت واضح ہوتی ہے۔ اِس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مختصر سے مناقب حضرات خلفاء ثلٰثہ کے بھی یہاں پر بیان کر دئے جائیں، تاکہ اہلِ اسلام اِن حضرات خلفاءِ ثلٰثہ کی عظمت وعقیدت سے بھی باخبر ہو جائیں، اور کم فہمی کا شکار بنکر حضرت علیؓ کو خلفاءِ ثلٰثہ پر غلط طریقہ سے فضیلت نہ دیں، اور اس ہلاکت دینی سے بچنے کی سعی کریں کہ جو ابھی حدیث میں گُذری ہے کہ حضرت علیؓ کی ایسی تعریف کرنے والے کا دین تباہ ہو جائے گا کہ جو غلط اور خلاف واقعہ ہو۔

لہٰذا اب حضرت صدیق اکبرؓ خلیفۂ اوّل کے مناقب نقل کئے جاتے ہیں:۔

مناقب افضل صحابہ خلیفۂ اوّل ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

حدیث:۔

حاصلِ حدیث:۔

عن ابو هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما لاحد عندنا يدٌ الا وقد كافيناه ما خلا ابا بكرؓ	حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس کسی کا کوئی احسان نہیں جس کا بدلہ ہم نے ادا نہ کر دیا ہو سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے

فان لہٗ عندنا یداً یکافئہ اللہ بھا یوم القیامۃ وما نفعنی مالُ احدٍ قطُّ ما نفعنی مال ابی بکرٍ ولو کنتُ متخذاً خلیلاً لاتخذتُ ابا بکرٍ خلیلاً الا وانّ صاحبکم خلیل اللہ۔

مجھ پر ایسے ہیں کہ جس کا بدلہ حق تعالےٰ ہی اُن کو قیامت کے روز عنایت فرمائیں گے اور کسی کے مال نے بھی مجھکو ایسا نفع نہیں دیا جیسا ابوبکرؓ کے مال سے پہونچا، یاد رکھو کہ اگر میں کسی انسان کو خلیل بناتا تو ابوبکرؓ ہی اس درجہ کے شخص ہیں کہ وہ اِس لائق تھے مگر یاد رکھو میں نے اللہ تعالیٰ ہی کو اپنا خلیل بنایا ہے"

(رواہ الترمذی)

(ف) مسلم کی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں " ولکنّہ اخی وصاحبی" لیکن ابوبکر میرے بھائی اور میرے سب سے مخصوص صحابی ہیں۔

حدیث دوم:۔

عن ابن عمرؓ ان رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وسلم قال لابی بکرؓ انت صاحبی فی الغار وصاحبی علی الحوض (رواہ الترمذی)

حاصلِ حدیث:۔

حضرت بن عمرؓ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے خطاب کر کے ارشاد فرمایا کہ تم جس طرح غارِ ثور میں تم تنہا میرے ساتھ تھے اسی طریقے پر حوض کوثر پر قیامت کے روز مخصوص طور پر میرے ساتھ ہو گے"

حدیث سوم:۔

عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حاصلِ حدیث:۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے

اما انك يا ابابكرؓ اول من يدخل الجنة من امتى ۔

خطاب کرکے ارشاد فرمایا کہ اے ابوبکرؓ تم سب سے پہلے میری اُمت میں جنت میں داخل ہو گے ۔ (رواہ ابوداؤد)

(ف) مرقات شرح مشکوٰۃ میں ملا علیؒ قاری نے تحریر فرمایا ہے :۔

عبارت :۔

فيه دليل على انه افضل الامة والالما سبقهم في دخول الجنة وايماء على انه اسبق امته ايمانا ۔ (مرقات شرح مشکوٰۃ)

حاصل عبارت :۔

"اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ تمام امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میں سب سے افضل ہیں اور نہیں تو آپ سب سے پہلے جنت میں داخل نہ ہوتے اور اشارہ اس طرف ہے کہ ابوبکرؓ ساری اُمت میں ایمان کے اعتبار سے سب سے اعلیٰ مقام رکھتے ہیں ۔"

حدیث چہارم :۔

عن ابن عمرؓ قال كنا نقول ورسول الله صلى الله عليه وسلم حيّ افضل امة النبي صلى الله عليه وسلم بعده ابوبكرؓ ثم عمرؓ ثم عثمانؓ رضي الله عنهم ۔ (رواه ابوداؤد)

حاصل حدیث :۔

"ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دور حیات میں، عام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین فرمایا کرتے تھے کہ اُمت محمدیہ میں سب سے افضل نبی کریمؐ کے بعد ابوبکرؓ ہیں، پھر درجہ عمرؓ کا ہے ان کے بعد مرتبہ عثمان غنیؓ کا ہے رضی اللہ عنہم اجمعین ۔"

(آگے کے لئے ملاحظہ ہو مناقب حضرت عمر فاروق اعظمؓ)

مناقب فاروق اعظم حضرت عُمر رضی اللہ عنہ خلیفۂ دوم

حدیث اوّل:۔

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یا ابن الخطاب والّذی نفسی بیدہٖ مالقیک الشیطان سالکاً فجّاً قط الا سلک فجّاً غیر فجّک۔

(رواہ البخاری والمسلم)

حاصلِ حدیث:۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فاروق اعظمؓ کو خطاب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا" اے ابن خطابؓ قسم کھا کر کہتا ہوں اُس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ تجھ سے شیطان جب کسی کشادہ راستہ میں ملتا ہے تو اس پر اس درجہ ہیبت طاری ہوتی ہے کہ اُس راستہ کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کر لیتا ہے"

حدیث دوم:۔

عن ابن عمرؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ جعل الحق علیٰ لسان عمرؓ وقلبہٖ (رواہ الترمذی)

حاصلِ حدیث:۔

"نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ سبحانہ تعالےٰ نے امرِ حق فاروق اعظم رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے قلب اور زبان پر جاری فرمایا ہے"

حدیث سوم:۔

عن عقبۃؓ ابن عامرؓ قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لوکان بعدی نبیٌّ

حاصلِ حدیث:۔

حضرت عقبۃؓ بن عامر سے مروی ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر بالفرض میرے دورِ نبوت کے بعد کوئی انسان

لکان عمرؓ بن الخطاب (رواہ الترمذی)

نبی بنایا جاتا تو عمرؓ بن الخطاب نبی بنائے جاتے۔"

(ف) مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ فاروق اعظمؓ میں حق تعالےٰ نے ایسی استعداد پنہاں فرمائی تھی کہ جس کی وجہ سے فاروق اعظمؓ دین میں اِس درجہ قوی تھے کہ اُن کو منصبِ نبوّت کے ساتھ نہایت درجہ قرب تھا +

حدیث چہارم :-

عن ابن عباسؓ قال انی لواقف فی قوم فدعوا اللہ لعمرؓ وقد وُضع علی سریرہ اذا رجلٌ من خلفی قد وضع مرفقہ علی منکبی یقول یرحمک اللہ انی لارجو ان یجعلک اللہ مع صاحبیک لانّی کثیرا ما کنتُ اسمع رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وسلم یقول، کنت وابوبکرؓ وعمرؓ و فعلت و

حاصل حدیث :-

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت عمرؓ کو بعد وفات تخت پر رکھا گیا تو میں ایک مجمع میں کھڑا ہوا تھا، یہ لوگ حضرت عمرؓ کے لئے دُعائیں کر رہے تھے، اچانک اسوقت بزرگ میرے پیچھے سے تشریف لائے جنہوں نے اپنا شانہ میرے کندھے پر رکھ دیا، اور یہ ارشاد فرمانے لگے، اللہ تم پر رحم فرمائے مجھے یہ اُمید تھی کہ تم کو حق تعالےٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ کی رفاقت عالم آخرت میں عنایت فرمائیں گے، اِس توقع کی بُنیاد یہ ہے کہ میں نے بارہا نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سُنا کہ میں اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم ایک ساتھ تھے، اور یہ بھی سُنا کہ میں نے اور ابوبکرؓ و عمرؓ نے فلاں

ابو بکرؓ و عمرؓ وانطلقت وابو بکرؓ و عمرؓ و دخلت و ابو بکرؓ و عمرؓ وخرجتُ و ابو بکرؓ و عمرؓ فالتفتُّ فاذا ھو علیؓ بن ابی طالب

(بخاری و مسلم)

حدیث پنجم :-

عن انسؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکرؓ و عمرؓ سیدا کہول اھل الجنۃ من الاولین والاٰخرین الا النبیین والمرسلین ۔

(رواہ الترمذی و رواہ ابن ماجہ عن علیؓ)

حدیث ششم :-

عن ابی سعید الخدریؓ قال

کام انجام دیا، اور یہ بھی سُنا کہ میں اور ابو بکرؓ و عُمر فلاں جگہ گئے، اور یہ بھی کہ میں اور ابو بکرؓ فلاں جگہ پر گئے اور واپس آئے، میں نے تقریر سُننے کے بعد جو رُخ پھیر کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ کلمات حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ ارشاد فرما رہے ہیں"۔

(بخاری و مسلم)

حاصلِ حدیث :-

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ابو بکرؓ اور عمر کو حق سُبحانہٗ تعالےٰ نے یہ مرتبہ عنایت فرمایا ہے کہ انبیاءؑ اور رسولوں کے سوا جتنے لوگ اگلے زمانے، اور پچھلے زمانے کے جنّت میں جائیں گے، اُن میں جو سن رسیدہ لوگ دُنیا سے وفات پائیں گے اُن سب کے یہ دونوں سردار بنائے جائیں گے" اس روایت کو ترمذی نے نقل کیا ہے اور یہی روایت ابن ماجہ نے حضرت علیؓ سے روایت کی ہے ۔

حاصلِ حدیث :-

حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم

قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم ما من نبیٍّ الّا ولہٗ وزیران من اھل السماء ووزیران من اھل الارض واما وزیران من اھل السماء فجبریل ومیکائیل واما وزیران من اھل الارض فابوبکرؓ وعمرؓ۔ (رواہ الترمذی)

صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر نبی کیلئے حق تعالے نے ۲ دو وزیر اہل السماء یعنی فرشتوں میں سے بنائے ہیں، اور ۲ دو وزیر انسانوں میں سے بنائے ہیں، اور میرے ۲ دو وزیر فرشتوں میں سے تو حضرت جبرئیل و میکائیل ہیں، اور انسانوں میں میرے دونوں وزیر ابوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆ ☆

(رواہ الترمذی)

مناقب خلیفۂ ثالث حضرت عثمان غنی بن عفان ذو النّورین رضی اللہ عنہ

حدیث اوّل:۔

عن طلحۃؓ بن عبید اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکلِ نبیٍّ رفیقٌ ورفیقی یعنی فی الجنۃ عثمانؓ۔۔۔ (رواہ الترمذی)

حاصلِ حدیث:۔

حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ سے مروی ہے، کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ہر نبی کے لئے جنّت میں ایک مخصوص رفیق ہوگا اور میرے مخصوص رفیق عثمان غنی رضؓ ہوں گے۔

حدیث دوم:۔

عن عبد الرحمٰنؓ بن سمرۃ قال جاء عثمانؓ الی النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم بألفِ

حاصلِ حدیث:۔

حضرت عبد الرحمٰنؓ بن سمرۃ سے مروی ہے کہ جس وقت جیش العسرت کو سامان مہیا کرنے کی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ترغیب دلائی تو عثمان غنیؓ

دینار فی کمّہ حین جہّز
جیش العسرۃ فنثرھا
فی حجرہ فرأیت النبی
صلی اللہ علیہ وسلم یقلبہا
فی حجرہ ویقول ما
ضرّ عثمانؓ ما عمل
بعد الیوم مرّتین ۔
(رواہ احمد)

حدیث سوم :۔

عن ابن عمرؓ قال ذکر
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
فتنۃً وقال یقتل ھذا
فیھا مظلومًا لعثمانؓ ۔
(رواہ الترمذی)

حدیث چہارم :۔

عن ابن عمرؓ قال کنّا
نقول ورسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم حیٌّ ابوبکرؓ
وعمرؓ وعثمان رضی اللہ عنھم،
(رواہ الترمذی)

ایک ہزار اشرفی جیب میں رکھ کر لائے اور تمام اشرفیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں لاکر رکھ دیں، حضرت عبدالرحمٰن صحابی نقل کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم اُن اشرفیوں کو اپنی گود میں رکھے ہوئے پرکھ کر دیکھ رہے تھے، اور دو بار یہ جملہ ارشاد فرمایا، عثمانؓ کو کوئی نقصان نہ ہوگا اگر آج کے بعد وہ اور کوئی نفل عبادت انجام نہ دیں“۔

حاصلِ حدیث :۔

”حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنہ کا تذکرہ کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اُس فتنہ میں حضرت عثمان غنیؓ شہید کئے جائیں گے اس شان سے کہ وہ عنداللہ مظلوم ہوں گے“۔

حاصلِ حدیث :۔

”حضرت ابن عمرؓ نقل فرماتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرامؓ حضرت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ حیات میں صحابہؓ کی ترتیب اس طرح بیان کرتے تھے اوّل ابوبکرؓ اسکے بعد عمر فاروقؓ، اسکے بعد حضرت عثمان غنیؓ“

الحاصل خلیفۂ راشد سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضورؐ کے پروردہ اور چچا زاد بھائی ہوتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پر غایت درجہ شفقت تھی جس کا اجمالی بیان ان روایات حدیث میں ہو چکا ہے جو ہم نے ابھی ذکر کی ہیں الحاصل جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ترپن ۵۳ سال کی عمر میں مکہ چھوڑ کر مدینہ ہجرت کر کے تشریف لائے، اس وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اہل بیت کے ہمراہ مکہ ہی چھوڑ دیا تھا، آپؐ کے مدینہ پہونچنے کے چند روز بعد حضرت علیؓ بھی ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے آئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل و عیال ابھی مکہ ہی میں تھے، مدینہ میں قیام کا انتظام کرنے کے بعد حضرت اسامہؓ بن زید اور ابو رافعؓ کو بھیجکر اہل و عیال کو مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ بلالیا گیا جن میں حضرت فاطمہؓ بھی آگئیں، حضرت فاطمہؓ نبوت کے ایک سال بعد پیدا ہوئی تھیں، اس وقت ان کی عمر بارہ ۱۲ سال ہو چکی تھی۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے عقد نکاح کے لئے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ نے علیحدہ علیحدہ پیغام دیا مگر آپؐ نے قبول نہیں فرمایا۔ اس کے بعد حضرت ام ایمنؓ کے مشورہ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نہایت ادب اور حیاء کے ساتھ پیغام نکاح دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیغام کو قبول فرمایا، قبول کرنے سے قبل آپؐ نے اسلامی قانون کے مطابق حضرت فاطمہؓ کو مطلع کیا کہ تمہارا عقد نکاح علیؓ سے اگر کیا جائے تو تمہاری کیا رائے ہے؟ حضرت فاطمہؓ نے ادب کے ساتھ ارشاد فرمایا "رضیت[۱] بما رضی اللہ و رسولہ" اس کے بعد حضرت علیؓ سے حضرت فاطمہؓ کا عقد نکاح

۱؎ میں راضی ہوں اس فیصلہ پر جو اللہ اور رسول کو پسند ہے ۱۲ ؎

کیا گیا، عقد کا واقعہ غزوۂ بدر کے بعد پیش آیا، اور بعض روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوۂ اُحد کے بعد نکاح ہوا، حضرت فاطمہؓ کی عمر اُسوقت ۱۵ سال پانچ مہینے کی تھی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت فاطمہؓ سے ۶ سال عمر میں بڑے تھے [۱]

لہٰذا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی عمر شادی کے وقت ۲۱ سال کی تھی اور حضرت فاطمہؓ کی عمر ۱۵ سال ۵ مہینے تھی [۲]

حضرت حسینؓ کی والدہ ماجدہ

آپ کی والدہ ماجدہ کا اِسم شریف فاطمہؓ ہے، حضرت فاطمہؓ کے والد بزرگوار رحمتِ عالم رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہیں اور والدہ ماجدہ حضرت خدیجہؓ ہیں، جو عورتوں میں سب سے پہلے اسلام لائیں، حضرت خدیجہؓ کی تین لڑکیاں ان سے بڑی عمر کی یہ تھیں (۱) حضرت زینبؓ (۲) رقیہؓ (۳) ام کلثومؓ۔ حضرت فاطمہؓ اِن سب میں چھوٹی ہیں۔ ان کی پیدائش کے زمانہ میں اختلاف ہے، بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی عمر شریف حضرت، فاطمہؓ کی پیدائش کے وقت ۳۵ سال۔ سے کچھ زائد تھی، یہ وہ زمانہ تھا جبکہ خانۂ کعبہ کی تعمیر جدید ہو رہی تھی اور ایک قول یہ ہے کہ حضرت فاطمہؓ کی پیدائش نبوّت کے ایک سال بعد ہوئی۔ جبکہ حضورؐ کی عمر اکتالیس سال کی تھی۔

الحاصل حضرت فاطمہؓ کی شادی حضرت علیؓ سے ۱۵ سال ۵ مہینے کی عمر میں ہوگئی تھی۔ حضرت فاطمہؓ شادی کے بعد حضرت علیؓ کے ہمراہ تنگیٔ عیش پر نہایت

---

[۱] البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۳۳۲ ۔ [۲] البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۳۳۲ ۔

درجہ صبر و قناعت کے ساتھ گذارتی رہیں، حضرت علیؓ بھی ان کی دلداری کا بہت خیال کرتے رہے، عرب کا عام دستور تھا کہ ایک شخص کم سے کم ۲ دو بیویاں ضرور رکھتا تھا لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اِس تصوّر سے کہ حضرت فاطمہؓ کو کسی قسم کی اذیت نہ پہونچے حضرت فاطمہؓ کے دورِ حیات میں کسی دوسری عورت کے ساتھ نکاح نہیں کیا۔ حق سُبحانہ تعالےٰ نے حضرت علیؓ کو فاطمہؓ سے تین صاحبزادے حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ اور حضرت محسنؓ عنایت فرمائے اور ایک صاحبزادی ام کلثومؓ[۱]۔ محسنؓ کی وفات کم سنی میں ہوگئی۔ اور حضرت حسنؓ و حسینؓ سے سلسلۂ نسلِ مقدس قائم ہوا اور ان دونوں حضرات سے ذریت طیبہ سادات کرام کی عالم وجود میں آئی۔ آپ کی صاحبزادی ام کلثومؓ سے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا عقدِ نکاح ہُوا۔

حضرت فاطمہؓ کی والدہ ماجدہ کی منقبت عظیمہ

حضرت فاطمہؓ کی والدہ ماجدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ ہیں جو سب سے پہلے عورتوں میں اسلام لانے والی ہیں، اور ازواج مطہرات میں ان کا مقام سب سے بلند معلوم ہوتا ہے، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اِن کے جنتی ہونے کی بشارت سُنائی ہے، اور بتایا ہے کہ جنت میں ان کے لئے ایک عظیم الشان موتی کا محل ہے چنانچہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو ایک بار جبریل علیہ السلام نے پروردگار کی جانب سے زندگی میں یہ پیغام مسرت سُنایا۔

روایت کے الفاظ یہ ہیں:۔

---

[۱] البدایہ والنہایہ صـ۳۳۲ ج ۶

حدیث:۔

عن ابی ھریرۃ رضؓ قال اتی جبریل النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم فقال یارسول اللّٰہ ھذہٖ خدیجۃ قد اتت معھا اناءٌ فیہ ادام و طعام فاذا اتتك فاقرأ علیھا السلام من ربھا ومنی وبشرھا ببیت فی الجنۃ من قصب لا صخب فیہ ولا نصب۔

(بخاری ومسلم)

حاصلِ حدیث:۔

حضرت ابوہریرۃؓ سے مروی ہی کہ حضرت جبرئیلؑ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بعد نبوت غارِ حرا میں تشریف لائے، اُس وقت حضرت خدیجہؓ بھی آنحضرتؐ کے لئے کھانا، ترکاری وغیرہ لیکر غارِ حرا کی طرف آرہی تھیں۔ حضرت جبریلؑ نے اُن کے بارے میں فرمایا کہ جب خدیجہؓ آپکے پاس آجائیں تو اُنکو پروردگارِ عالم کی جانب سے سلامتی کی بشارت سُنادیجئے اور میری جانب سے بھی سلام پہونچا دیجئے اور اُنکو یہ بشارت سُنا دیجئے کہ اُنکے لئے جنت میں عظیم الشان موتی کا محل بنایا گیا ہی جس میں قیام کرنے میں کوئی کلفت نہ ہوگی اور کوئی ناگوار بات پیش نہ آئے گی“۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ دُنیا کی بہترین عورتوں میں سب سے بہتر عورت ایک زمانہ میں مریم بنت عمران تھیں، اور خدیجہؓ کے زمانۂ حیات میں خدیجہؓ ہی تمام دُنیا کی عورتوں میں سب سے بہتر ہیں۔

حضرت فاطمہ رضؓ کے مناقب

ایسی پاکیزہ مقدس ماں کی سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ ہیں جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بے حد محبوب ہیں۔ چنانچہ بخاری ومسلم کی روایت میں

22764

یہ الفاظ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں :۔

حدیث :۔	حاصلِ حدیث :۔
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فاطمۃ بضعۃ منی فمن اغضبھا اغضبنی و یریبنی ما اربھا، و یؤذینی من اذاھا۔	"نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فاطمہؓ میری جگر گوشہ ہیں جس نے اُن کو مبغوض رکھا اُس نے مجھکو مبغوض رکھا، اور جس نے ان کو ناخوش رکھا اُس نے مجھ کو ناخوش رکھا، اور جس نے ان کو اذیت پہونچائی اُس نے مجھکو اذیت پہونچائی"۔
(مسور بن مخرمۃ)	(بخاری و مسلم)

حضرت فاطمہؓ کو محض خصوصی قرب صاحبزادی ہونے کی بنا پر ہی نہیں تھا بلکہ اُن کے معنوی کمالات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا پَرتو تھے چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :۔

حدیث :۔	حاصلِ حدیث :۔
ما تخفی مشیتھا من مشیۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ (بخاری و مسلم عن عائشہؓ)	"حضرت فاطمہؓ کی رفتار کی ہیئت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی رفتار کی ہیئت سے نہایت درجہ مشابہ تھی[1]"۔

حضرت فاطمہؓ کو حق تعالےٰ کے یہاں کس درجہ مقام قُرب حاصل ہے اِس کا اندازہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی اِس روایت سے ہوتا ہے جس کے الفاظ

یہ ہیں،

---

[1] یہ مشابہت وقار اور اس ہیئت کے لحاظ سے تھی جو کہ مردوں کے لئے مخصوص نہیں ہے ۱۲ ؎

حدیث:۔

عن حذیفہؓ فی حدیث طویل قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان ھذا ملک لم ینزل قط قبل ھذہ اللیلۃ استاذن ربہ ان یسلم علیّ ویبشرنی بان فاطمۃ سیدۃ نساء اھل الجنۃ وان الحسنؓ والحسینؓ سید اشباب اھل الجنۃ۔ (رواہ الترمذی)

حاصلِ حدیث:۔

"آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ صحابیؓ سے (جن کے بارے میں صحابہؓ میں یہ بات مشہور تھی، کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے راز دار ہیں)، فرمایا' اس رات میں اللہ کے مقبول فرشتے زمین پر نازل ہوئے جو اس سے پہلے زمین پر نہیں آئے تھے اور حق تعالےٰ سے اِس بات کی اجازت لیکر آئے کہ مجھ کو سلام کریں اور یہ بشارت سُنادیں کہ (حضرت) فاطمہ جنّتی عورتوں کی سردار ہونگی اور حضرت حسن وحسین (رضی اللہ عنہما) نوجوانانِ جنّت کے سردار ہوں گے۔"

وفات سے کچھ روز قبل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا تھا:۔

حدیث:۔

یافاطمۃ الا ترضین ان تکونی سیدۃ نساء اھل الجنّۃ (عن عائشۃؓ فی حدیث طویل رواہ البخاری ومسلم)

حاصلِ حدیث:۔

"اے فاطمہ تمہارے لئے بہت مسرت کا موقعہ ہے کہ تمکو جنّتی عورتوں کا سردار بنایا جائے گا"۔

الحاصل حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا زندگی بھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں اولاد میں سب سے زیادہ محبوب ہیں، وفات سے کچھ دن پہلے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فقط حضرت فاطمہؓ کو اس بات سے مطلع فرمایا کہ میری وفات کا زمانہ اب قریب

آگیا ہے لہذا تم خُدا سے ڈرنا اور میری وفات پر صبر کرنا۔ یہ سُنکر حضرت فاطمہؓ بے اختیار رونے لگیں، آپؐ نے حضرت فاطمہؓ کو یہ بشارت سُنائی کہ سب سے پہلے اہلِ بیت میں تم ہی میرے پاس آؤ گی، یہ سُنکر حضرت فاطمہؓ خوش ہوگئیں اور بے اختیار ہنسنے لگیں[1]۔

اِس خصوصی تعلّق کی بناء پر حضرت فاطمہؓ کو مرض الموت کے موقع پر سخت کرب و بے چینی لاحق رہی۔ چنانچہ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی بیماری نے شدّت اختیار کی تو حضرت فاطمہؓ کے مُنہ سے بے اختیار یہ الفاظ نکلے:۔

حدیث:۔ حاصلِ حدیث:۔

واکرب اباہ۔ "آہ! میرے پدر بزرگوار کو کیسی سخت تکلیف ہے"

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اُن کے الفاظ سُنکر ارشاد فرمایا:۔

حدیث:۔ حاصلِ حدیث:۔

لیس علیٰ ابیاک کرب "تیرے باپ کو آج کے دن کے بعد کوئی بعد الیوم۔ تکلیف پیش نہ آوے گی"

بیماری کے ان ایام میں جو حضرت فاطمہؓ کے قلب کو سخت اذیت رہی اُس کی صحیح کیفیت تو خُدائے تعالےٰ ہی کو معلوم ہے۔ لیکن حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ جب رسولِ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا اِس عالمِ فانی سے کوچ ہوگیا، تو حضرت فاطمۃ الزہرٰی رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے بے اختیار یہ جُملے فرمائے:۔

[1] بخاری و مسلم عن عائشۃ

حدیث:-

"یا ابتاہ اجاب ربا دعاہ۔ یا ابتاہ من جنۃ الفردوس ماواہ یا ابتاہ الی جبریل ننعاہ" (بخاری عن انس رض)

حاصلِ حدیث:-

"آہ اباجان آپ نے پروردگار کی دعوت پر لبیک فرمایا، آہ اباجان جنت الفردوس آپکی قیام گاہ ہوگئی، آہ اباجان ہم حضرت جبرئیل سے آپ کی وفات کی خبر بیان کرنے پر مجبور ہو گئے۔"

(بخاری عن انس رض)

ان جملوں سے ان کا والہانہ تعلق واضح ہوتا ہے۔

حضرت انس رض یہ بھی نقل کرتے ہیں کہ جب حضرات صحابہ کرام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جسدِ اطہر کو دفن کرنے سے فارغ ہوئے تو حضرت فاطمہ رض حضرت انس رض سے خطاب کرکے فرمایا:-

حدیث:-

اطابت انفسکم ان تحثوا علی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم التراب۔

(بخاری عن انس رض)

حاصلِ حدیث:-

حضرت فاطمہ رض نے فرمایا، اے انس رض تم لوگوں کو یہ بات کیسے گوارا ہوئی کہ تم نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے جسدِ اطہر پر مٹی ڈال آؤ۔"

(بخاری عن انس رض)

حضرت فاطمہ رض کا یہ والہانہ تعلق زندگی کے آخری لمحے تک قائم رہا۔ چنانچہ صحیح روایت کے مطابق حضور ص کی وفات کے بعد چھ ماہ تک حضرت فاطمہ رض زندہ رہیں، مگر اس عرصہ میں یہ منقول ہے کہ ایک مرتبہ بھی اُن کو ہنسنے کی نوبت [redacted] آئی، بلکہ شدتِ غم میں اور حضور ص کی ملاقات کے شوق میں گھلتی رہتی تھیں، اور اس فراق کے

صدمے نے اُن کی صحت وقوت کو زائل کردیا، یہاں تک کہ مرض کی صورت اختیار کرلی، بیماری کے زمانہ میں حضرت صدیق اکبرؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ مزاج پُرسی کے لئے حاضر ہوتے رہے، مرض وفات سے قبل حضرت فاطمہؓ نے یہ وصیت فرمائی کہ مجھ کو اسماء بنت عمیس جو حضرت صدیق اکبرؓ کی زوجہ مطہرہ ہیں اپنے ہاتھ سے غسل دیں، چنانچہ اُن کے انتقال کے بعد اس وصیت کی تعمیل کی گئی، اس غسل دینے میں حضرت علیؓ بھی غسل میں امداد کے طریقے پر شریک رہے۔ جنازہ کی نماز حضرت علیؓ نے پڑھائی۔ اور بعض روایت سے معلوم ہوتا ہے حضرت صدیق اکبرؓ نے، اور بعض سے حضرت عباسؓ کا نام معلوم ہوتا ہے، واللہ اعلم۔ اور آپ کو رات ہی میں جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

سب سے پہلے ان ہی کے جنازے کو پردے کے ساتھ اُٹھایا گیا۔ حضرت فاطمہؓ کا انتقال ۳ رمضان سنہ ۱۱ھ منگل کی شب میں ہوا، حضرت فاطمہؓ کی عمر کتنی ہوئی؟ اس میں بہت سے اقوال منقول ہیں، جن کی تفصیل یہ ہے :-

(۱) ۲۷ سال۔ (۲) ۲۸ سال۔ (۳) ۲۹ برس۔ (۴) ۳۰ برس۔ (۵) ۳۵ سال

علامہ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ ۳۵ سال کی روایت بعید معلوم ہوتی ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ان کے زمانۂ حیات میں بھی بہت اختلاف ہے جس کی تفصیل یہ ہے (۱) ۲ مہینے (۲) ۷۰ دن۔ (۳) ۷۵ دن (۴) ۳ مہینے۔ (۵) ۸ مہینے۔ لیکن حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ صحیح روایت وہ ہے جو حضرت عائشہ صدیقہؓ سے منقول ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ۶ ماہ زندہ رہیں[1]۔

---

[1] یعنی اکملہ عن البدایۃ والنہایۃ ص ۳۳۳ ج ۶ ۔

Islamic ... Library New Delhi

مدّتِ حمل میں حضرت حسینؓ کی پیدائش کی عجیب بشارت

پہلے بیان کیا گیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بڑے صاحبزادے حضرت حسنؓ ہیں اور حضرت حسنؓ کی پیدائش ۳ھ میں ہوئی جیسا کہ حافظ ابن کثیرؒ نے البدایہ والنہایہ میں ذکر فرمایا ہے، حضرت حسینؓ کی مدت حمل میں حضرت حسنؓ کی پیدائش کے بعد عجیب سا واقعہ یہ ہے کہ صرف ایک طہر کا فصل نقل کیا جاتا ہے[1]۔

اس کی توضیح حافظ ابن حجرؒ اس طرح نقل کرتے ہیں[2] کہ اس قول کی توضیح یہ ہو سکتی ہے کہ حضرت حسنؓ کی پیدائش ماہ رمضان ۳ھ میں ہوئی، اور حضرت حسینؓ ماہ شعبان ۴ھ میں پیدا ہوئے، تو مدت حمل نو ماہ آخری مدت نفاس کے بعد اگر شامل کر لیے جائیں تو ایک طہر کا فصل ہونا صحیح ہو سکتا ہے۔ مدتِ حمل میں ایک عجیب واقعہ یہ پیش آیا کہ امّ فضل جو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ بن عبد المطلب کی پھوپی ہیں، اور جن کے بارے میں یہ مروی ہے کہ حضرت خدیجہؓ کے بعد سب سے پہلے وہی اسلام لائیں، اور یہ صحابیہ بہت سی روایات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتی ہیں[3]۔ انہوں نے ایک عجیب خواب[4] دیکھا جس سے اُن کا قلب بہت متاثر ہوا، لہٰذا خواب سے بیدار ہو کر آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کرنے لگیں، یا رسول اللہ! آج کی رات میں نے

---

[1] ہکذا فی البدایہ والنہایہ ج ۸ ص۱۵۵ ؛ [2] اصابہ ج ۲ ؛ [3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب مناقب اہلِ بیت ؛ [4] مشکوٰۃ باب مناقب اہلِ بیت نقلاً عن البیہقی ؛

ایک خوفناک خواب دیکھا ہے، آپ نے فرمایا کیا خواب دیکھا ہے؟ حضرت ام فضلؓ نے گھبرا کر کہا، یا رسول اللہ! وہ خواب تو بہت ہی ناگوار ہے۔ اِسکے بعد پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ وہ خواب کیا ہے؟ تب، ام فضلؓ نے مجبوراً وہ خواب سُنایا، جس کا حاصل یہ تھا کہ ام فضلؓ نے خواب میں یہ دیکھا تھا، کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک سے ایک ٹکڑا قطع کیا گیا ہے اور وہ ام فضل کی گود میں رکھ دیا گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خواب سُنکر ارشاد فرمایا، تم نے تو بہت مبارک خواب دیکھا ہے انشاء اللہ فاطمہؓ کے لڑکا ہوگا جو تمہاری گود میں پرورش پائے گا۔ اِس خواب کے بعد حضرت فاطمہؓ سے حضرت حسینؓ پیدا ہوئے، اور جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا ویسا ہی ہوا کہ پیدائش کے بعد اُن کو اُمِ فضل کی گود میں رکھ دیا گیا۔

ولادت باسعادت

حضرت حسینؓ کی تاریخ اور سن میں اختلاف روایات ہے ایک روایت یہ ہے کہ سنہ ۴ھ ۵ شعبان کو حضرت حسین پیدا ہوئے[۱]، اور حضرت قتادہؓ سے یہ روایت منقول ہے کہ حضرت حسین سنہ ۶ھ کے ۵ ماہ اور ۱۵ یوم کے بعد پیدا ہوئے لیکن اِن روایات میں صحیح روایت یہ ہے کہ حضرت حسین ۵ شعبان سنہ ۴ھ میں پیدا ہوئے اسی پر اکثر مؤرخین کا اتفاق ہے[۲] اور اسی کو حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے شرح بخاری میں اختیار فرمایا ہے۔ واللہ اعلم ؛

---

[۱] البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۲۹ ؛ [۲] اسد الغابہ جلد ۲ ؛

ولادتِ حسینؓ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی عنایات

ولادت کے بعد حضرت حسینؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا، آپ[1] ان کو دیکھ کر مسرور ہوئے اور عنایت شفقت سے تحنیک فرمائی یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دہن مبارک میں کھجور چبا کر حضرت حسینؓ کے تالو میں لگایا، اور برکت کے لئے اپنا لعاب مبارک بھی اُن کے مُنہ میں داخل فرمایا، اور نام حسین تجویز فرمایا۔ بعض روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نام کا تجویز کرنا پیدائش کے ساتویں[2] دن ہوا۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ولادت کے بعد بنفسِ نفیس حضرت حسینؑ کے دونوں کانوں میں اذان و اقامت کہی، جس طرح کہ حضرت حسنؓ کے کانوں میں کہی تھی، اور پیدائش کے ساتویں دن حضرت حسینؓ کے سر کے بال آپؐ نے اُتروائے اور ان بالوں کے وزن کے برابر چاندی خیرات کی، اور ختنہ بھی اسی دن کرائی گئیں، اور ایک مینڈھا ذبح کر کے حضرت حسینؓ کا عقیقہ کیا گیا۔[3]

حلیہ شریف

حضرت حسینؓ کا جسم مُبارک حلیے کے لحاظ سے بہت مقدس اور نہایت اعلیٰ مرتبہ رکھتا ہے جیسا کہ کُتب صحاح ستہ کی روایات سے ثابت ہے کہ حضرت حسینؓ

لے فتح الباری باب مناقب حسنؓ وحسینؓ ۔ ٢ے البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۵۰
٣ے ہذا کلہ من روایات التی ذکرت فی جمع الفوائد ج ۱ ص ۲۱ باب العقیقہ ۔

رحمۃ للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم کے جسم مُبارک کے ساتھ نہایت درجہ مشابہت رکھتے تھے، حافظ ابن کثیرؒ نقل فرماتے ہیں [1]:۔

حاصلِ عبارت:۔	عبارت
حضرت حسینؓ کا جسم مبارک رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم مبارک کے ساتھ بہت مشابہت رکھتا تھا"	کان جسد الحسینؓ یشبہ جسد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے:۔

حاصل حدیث:۔	حدیث:۔
حضرت حسنؓ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کے ساتھ نصف اعلیٰ میں سر سے لے کر سینہ تک بہت مشابہ تھے، اور حضرت حسینؓ نصف اسفل میں سینے کے بعد سے قدم تک نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کے ساتھ مشابہت رکھتے تھے"۔	الحسنؓ اشبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ما بین الصدر الی الراس والحسینؓ اشبہ النبی صلے اللہ علیہ وسلم ما کان اسفل من ذالک
(ترمذی شریف)	(رواہ الترمذی)

محاسنِ حسینؓ

حضرت حسینؓ پر مشابہت جسمانی کی برکات جس طرح ظاہر بدن پر طاری تھیں اسی طرح رُوحانی برکات بدرجۂ اتم حضرت حسینؓ کی رُوح پاک میں موجود تھیں۔

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد ۶ صفحہ ۱۵۰؛

چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ "اے حذیفہؓ آج کی رات ایک مقدس فرشتہ نازل ہوا جو اس سے پہلے کبھی نازل نہیں ہوا تھا، پروردگار عالم سے اجازت لیکر اس مقصد کے لئے نازل ہوا کہ مجھ کو سلام کرے اور اس بات کی بشارت سنائے کہ فاطمہؓ جنّت کی عورتوں کی سردار ہونگی اور حسنؓ و حسینؓ جنّت کے نوجوانوں کے سردار بنائے جائیں گے۔" (ترمذی)

اس عظیم الشان بشارت کا یہ نتیجہ ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام اہلِ بیت میں یہ دونوں بھائی بہت ہی محبوب تھے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں :۔

حاصلِ حدیث :۔	حدیث :۔
حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ تمام اہلِ بیت میں آپ کو سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا حسنؓ حسینؓ سب سے زیادہ محبوب ہیں"	عن انسؓ قال سُئِل رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اىُّ اھل بیتك احبُّ الیك قال الحسنؓ والحسینؓ (رواہ الترمذی)

غایت شفقت سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اِن دونوں بھائیوں کو گود میں لیا کرتے تھے اور انکے لئے حق سبحانہ تعالےٰ سے دعائیں فرمایا کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ کا واقعہ حضرت اسامہؓ بن زید نقل فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی گود میں حضرت حسنؓ حسینؓ تھے اور آپؐ یہ دعا فرمارہے تھے۔

حاصلِ حدیث :۔	حدیث :۔
اے اللہ میں حسنؓ حسینؓ سے محبت کرتا ہوں، اے اللہ	اللھم انی احبھما فاحبھما و

احبّ من یحبّھما ۔ (رواہ الترمذی)

آپ بھی ان دونوں کو اپنا محبوب بنا لیجئے اور اُن لوگوں سے بھی محبت فرمائیے جو اِن سے سچی محبت کریں

اور بعض مرتبہ تنہا حضرت حسینؓ کے بارے میں نہایت شفقت و محبّت سے یہ ارشاد فرماتے، جیسا کہ ترمذی نے نقل کیا ہے :۔

حدیث :۔

عن یعلی بن مرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حسینؓ منّی وانا من حسینؓ احبّ اللہ من احبّ حسینا حسین سبط من الاسباط

حاصلِ حدیث :۔

حسینؓ میری اولاد ہیں، اور مجھ کو حسینؓ سے خصوصی تعلق ہے، اللہ تعالےٰ اُس شخص سے محبّت فرمائیں گے جو حسینؓ سے سچی محبّت کرے گا، حسینؓ میری اولاد میں بڑے مرتبہ کے ہیں"۔ (رواہ الترمذی)

ف ۔ ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں نقل فرماتے ہیں[لہ] کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تو وحی سے چونکہ یہ بات معلوم ہوگئی تھی کہ مسلمان حضرت حسینؓ سے کیسا ناگوار معاملہ کرنے والے ہیں لہٰذا اُمّت کو تنبیہ فرمائی کہ اس سے احتیاط برتیں اور اُن کی محبّت کو محبّت رسول جانیں جس سے اللہ کی محبّت نصیب ہوگی۔ انتہٰی

احقر مؤلف عرض کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حسینؓ کے رضاعت ہی کے زمانہ میں بذریعہ وحی یہ بات معلوم ہو چکی تھی کہ حضرت حسینؓ اُمّت کے ہاتھوں جامِ شہادت نوش فرمائیں گے ۔ چنانچہ مشکوٰۃ میں بحوالہ بیہقی نقل فرمایا ہے :۔

لہ باب مناقب اہلبیت بعد ذکر روایۃ یعلی بن مرۃؓ ۱۲ +

حدیث:۔

عن ام فضل فی حدیث طویل وفیہ فدخلتُ یومًا علیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوضعتُ فی حجرہ ثم کانت منّی التفاتۃ فاذا عینا رسول اللہ تھراق الدموع قالت فقلت یا نبی اللہ بابی انت وامی مالک قال اتانی جبرئیل علیہ السلام فاخبرنی ان امتی تقتل بُنَیّ ھذا فقلت ھذا۔ قال نعم (رواہ البیھقی فی دلائل النبوۃ)

حاصل حدیث:۔

حضرت اُمّ فضلؓ سے مروی ہے کہ ایک روز میں حضرت حسین کو گود میں لئے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی، اور آپؐ کی گود میں ان کو بٹھلا دیا، آپ ان کو گود میں لئے ہوئے تھے کہ میں پھر کسی کام میں لگ گئی۔ اچانک جب میری نگاہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور پر پڑی تو میں نے دیکھا کہ آپ کی دونوں آنکھوں سے مسلسل آنسو بہہ رہے ہیں، حیرت سے میں نے دریافت کیا، میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپؐ کی آنکھوں سے آنسو کیوں جاری ہو رہے ہیں؟ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، میرے پاس ابھی جبریل علیہ السلام تشریف لائے تھے، اور مجھ کو مطلع کیا کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ میرے اُمتی میرے اس پیارے بیٹے کو قتل کر دیں گے اور حسینؓ اُن کے ہاتھوں جام شہادت نوش کریںگے، ام فضل کہتی ہیں میں نے دوبارہ تعجب سے معلوم کیا کہ کیا حسینؓ ہی کے ساتھ یہ معاملہ پیش آئے گا؟ آپ نے فرمایا، ہاں حسینؓ ہی کے ساتھ یہ معاملہ ہوگا۔

٭ ٭ ٭

چونکہ آپ کو یہ اطلاع بذریعۂ وحی کے ملی تھی جس میں کذب کا احتمال نہ تھا،

لہذا میدانِ کربلا میں جبکہ آپکی عمر شریف ایک روایت کے مطابق ۵۴ سال ۶ مہینے کی تھی، اور ایک قول کے موافق ۶۰ سال کی تھی، چند اشقیاء نے ملکر اس میدان میں سخت حملہ کیا، جس کے نتیجہ میں آپ مظلومانہ انداز پر شہید کر دئے گئے، جس سے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خبر۔۔۔۔۔ کی تصدیق حرف بحرف ہو گئی۔

آپؑ کے سر اور داڑھی کے بال اخیر تک سیاہ تھے[1]، سوائے اس کے کہ داڑھی کا وہ حصّہ جو ٹھوڑی کے سامنے ہوتا ہے، وہ سفید ہو گیا تھا۔

الحاصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک جو مسلمانوں نے سیرتِ مقدسہ کی کتابوں میں بارہا مُطالعہ کا شرف حاصل کیا ہوگا، اُس کا پرتو، اور کامل درجہ کی مشابہت اور جھلک حضرت حسینؓ کے جسم مُبارک میں جلوہ افروز تھی اور حضرت حسنؓ و حسینؓ دونوں بھائیوں کا جسم نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کا مکمل نقشہ تھا۔ اسی طرح حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما معنوی کمالات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا کامل درجہ نمونہ تھے، اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ خدا کے مقرب فرشتے نے پیغامِ بشارت میں رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کو بتایا تھا کہ یہ دونوں بھائی، نوجوانانِ جنّت کے سردار ہوں گے یعنی جو لوگ نوجوانی کی حالت میں دُنیا سے کوچ کرینگے اُن کی سیادت و قیادت کا شرف اِن دونوں حضرات کو حاصل ہوگا۔ اِس بشارت سے حضرت حسنؓ و حسینؓ کا ذاتی کردار اور محاسنِ اخلاق کے لحاظ سے علو مرتبت اظہر من الشمس ہے، اور حق سبحانہ تعالےٰ کے نزدیک ان کا قرب خاص اور قبولیت کاملہ کی واضح دلیل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ عظیم الشان مرتبہ

---

[1] البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۵۰ ج ۸ ÷

جو حضرت حسنؓ و حسینؓ کو حق تعالیٰ نے عنایت فرمایا ہے، غایت درجہ کا خاص فضل ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔

یہاں پر بعض کم فہموں کو یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ ان فضائل و محاسن کے لحاظ سے تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ حضرت حسنؓ و حسینؓ کا مرتبہ تمام صحابہ کرامؓ سے بڑھا ہوا ہے، کیونکہ ان دونوں حضرات ہی کو اہل جنت کا سردار بتایا گیا ہے، اور حضرات خلفاء راشدین میں سے کسی کو بھی اس قسم کی بشارت نہیں دی گئی ہے۔ اس شبہ کا تحقیقی جواب یہ ہے کہ حضرت حسنؓ و حسینؓ کو تمام اہل جنت کا سردار نہیں فرمایا گیا، بلکہ اس میں یہ قید ملحوظ ہے کہ جو حضرات صالحین عالم جوانی میں اس دنیا سے کوچ کریں گے ایسے صالحین نوجوانوں کے یہ دونوں حضرات جنت میں سردار ہونگے۔ اور یہ بات صحیح تاریخ سے اہل اسلام سے مخفی نہیں کہ حضرات خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین میں سے ہر ایک نے شیخوخیت کے زمانہ میں اس سرائے فانی سے انتقال کیا ہے، لہذا یہ حضرات اپنے رفیع مقام کے لحاظ سے یقیناً بہت ہی بلند مرتبہ کے ہیں، نیز ترمذی کی روایت میں حضرت انسؓ سے مروی ہے:۔

حدیث:۔

عن انسؓ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ابو بکرؓ وعمرؓ سیدا کہول اھل الجنۃ من الاوّلین والاٰخرین الا النبیین والمرسلین

حاصل حدیث:۔

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ فرمایا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت میں انبیاء اور رسولوں کے سوا جو اگلے پچھلے زمانہ کے سن رسیدہ لوگ داخل ہونگے ان کے سردار ابو بکرؓ و عمرؓ ہوں گے۔

(رواہ الترمذی)

ف ! ملا علی قاری شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں[1]، کہ مراد حدیث یہ ہے کہ جن لوگوں نے دنیا سے سن رسیدہ ہونے کی حالت میں کوچ کیا ہے اُن کے یہ دونوں حضرات سردار ہوں گے۔ اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں :-

حاصل حدیث :-	حدیث :-
اور جبکہ حضرات شیخین رضی من رسیدہ جنتیوں کے سردار ہوں گے تو بات واضح ہے کہ نوجوانانِ جنّت کے بھی سردار شمار کیے جائیں گے، ایسا ہی محدثین نے فرمایا ہے۔	فاذا کانا سیّدا الکھول فاولیٰ ان یکونا سیّدا الشبّان کذا قالوا۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

نیز یہ بات بھی اہلِ علم پر مخفی نہیں ہے کہ یہ حضرات حسن رضی و حسین رضی سردارانِ جنّت میں اِن حضرات کے علاوہ سردارانِ جنّت میں اوّلین و آخرین میں سے کتنے مقبولین بارگاہ شامل ہوں گے۔ اُن کے مراتب کی تفصیل بیان نہیں کی گئی ہے۔ بہرحال "سیّدا شباب اھل الجنّۃ الحسن والحسین[2]" کے کلمات طیّبات انحصار پر دلالت نہیں کرتے کہ اِن دونوں حضرات کے علاوہ اور مقبولانِ بارگاہ کو یہ شرف حاصل نہ ہوگا، بلکہ کلامِ نبوّت کا مقصد اُمّت کو یہ بشارت سُنانا ہے کہ باوجودیکہ یہ دونوں اس سرائے فانی میں کم زمانہ قیام کریں گے پھر دُنیا سے کوچ کر جائیں گے لیکن خدا تعالیٰ کے یہاں اُن کا مرتبہ اتنا بلند ہوگا کہ اہلِ جنّت میں سرداری کے مقام پر فائز ہوں گے، خوب سمجھ لو۔

اِس کلامِ نبوّت کی جو توجیہ پیش کی گئی ہے اسی کے مشابہ ایک دوسری روایت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں :-

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب مناقب ابوبکر رضی و عمر رضی ۳[2] نوجوانانِ جنّت کے سردار حسن رضی و حسین رضی ہوں گے ۱۲

حدیث:۔

عن طلحۃ بن عبید اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکل نبی رفیق ورفیقی یعنی فی الجنۃ عثمان رضؓ۔

حاصلِ حدیث:۔

"جنّت میں ہر نبی کے لیے مخصوص رفیق ہوں گے اور میرے رفیق جنّت میں عثمان غنی رضؓ ہوں گے"

ظاہر ہے کہ اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عثمان غنی رضؓ جنّت میں میرے مخصوص رفقاء میں شامل ہوں گے، یہ مقصد نہیں ہے کہ حضرات خلفاء راشدین رضؓ حضرت ابوبکر رضؓ و عمر رضؓ اور حضرت علی رضؓ اور حضرت حسن رضؓ و حسین رضؓ و اہل بیت وغیرہ آپ صؐ کے مخصوص رفقاء میں شامل نہ ہونگے فقط رفیق جنّت عثمان رضؓ ہی ہوں گے۔

حافظ ابن کثیرؒ نے حضرت ابوسعید خدری رضؓ و حضرت بریدہ رضؓ سے ایک روایت نقل فرمائی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں[1]:۔

حدیث:۔

الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنۃ و ابوھما خیر منھما۔

حاصلِ حدیث:۔

حضرت حسن رضؓ و حسین رضؓ نوجوانانِ جنّت کے سردار ہونگے اور ان کے والد بزرگوار حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ مرتبہ کے لحاظ سے ان دونوں سے بہتر ہوں گے۔

اِس روایت سے یہ بات واضح ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ جنّت میں مرتبہ کے لحاظ سے حضرات حسنین رضؓ سے بلند تر ہونگے اور حضرت علی رضؓ سے باقی خلفاء راشدین حضرت ابوبکر و عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کا مرتبہ اور درجے

---

[1] البدایہ والنہایہ ص ۳۵ ج ۸

میں بلند ہونا نصوص صریحہ صحیحہ سے ثابت ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ جنت میں حضرات خلفاء راشدینؓ حضرت حسنؓ و حسینؓ سے بہت بلند درجے پر ہوں گے۔ رضی اللہ عنہم و عن کل الصحابۃ اجمعین۔ واللہ اعلم ؁

سیدنا حضرت حسینؓ رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں!

پہلے گذر چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ سے نہایت درجے محبت فرماتے تھے، جس کا اظہار رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم مختلف اقوال اور مختلف معاملات سے تمام زندگی فرماتے رہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اُن خصوصی عنایات کا بالاختصار یہاں پر تذکرہ کر دیا جائے جسکے مطالعہ سے حضرت حسینؓ کی عظمت اور اُن سے سچی محبت کا جذبہ مسلمان کے قلب میں پیدا ہو جائے۔

(۱) حدیث:-

عن عائشۃؓ قالت خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم غداۃً وعلیہ مرط مُرحّلٌ من شعر اسود فجاء الحسنؓ بن علیؓ فادخلہٗ ثمّ جاء الحسینؓ فدخل معہٗ،

حاصلِ حدیث:-

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ ایک روز صبح کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اس شان سے کہ آپ اُونی منقش کمبل اوڑھے ہوئے تھے، اتفاق سے اتنے میں حضرت حسن بن علی بھی آگئے آپؐ نے اُن کو اسی کمبل میں لپیٹ لیا، تھوڑی دیر کے بعد حضرت حسینؓ بھی آگئے آپؐ نے اُنکو بھی اسی کمبل میں لپیٹ لیا تھوڑی دیر کے بعد حضرت فاطمہؓ بھی وہاں آگئیں،

ثم جاءت فاطمۃؓ فادخلھا ثم جاء علیؓ فادخلہ ثم قال" انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرًا" (رواہ مسلم)

آپؐ نے اُن کو بھی اسی کمبل میں داخل کر لیا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت علیؓ تشریف لائے آپ نے انکو بھی اسی کمبل میں داخل کر لیا اس کے بعد آپ نے قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی" انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرًا" (ترجمہ) اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہے کہ اے پیغمبر کے گھر والو تم سے معصیتُ نافرمانی کی گندگی کو دور رکھے اور تم کو ظاہرًا وباطنًا عقیدۃً وعملاً وخلقاً بالکل پاک وصاف رکھے" (بیان القرآن ص۹۶ ج ۹)

(ف) حضرت الاحکیم الامۃؒ تفسیر بیان القرآن میں تحریر فرماتے ہیں:۔ غرض کہ لفظ اہل بیت کے دو مفہوم ہیں ایک ازواج، دوسرے عترت۔ خصوصیت قرائن سے کسی مقام پر ایک مفہوم مراد ہوتا ہے، کہیں دوسرا اور کہیں عام بھی ہوسکتا ہے (ص۴۸ ج ۹)۔

حدیث (۲) حضرت زید بن ارقمؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ مقام خُم کے قریب جو مکّہ اور مدینہ کے درمیان میں واقع ہے کھڑے ہو کر عام مسلمانوں کے سامنے خطبہ دیا۔ خطبہ میں حمد وثنا کے بعد مختلف نصیحتیں فرمائیں، اسکے بعد ارشاد فرمایا:۔

حدیث:۔

یاایھا الناس انما انا بشر یوشک ان یأتینی رسول ربی فاجیب وانا تارک فیکم الثقلین اولھما کتاب اللہ فیہ الھدیٰ

حاصلِ حدیث:۔

اے لوگو! میں بھی ایک انسان ہوں عنقریب زمانہ میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرے پاس میرے پروردگار کا قاصد آئے گا، اور میں اُسکی دعوت پر لبیک کہونگا لیکن میں تم میں دو عظیم الشان چیزیں چھوڑ کر جاؤنگا، اول کتاب اللہ ہے جس میں ہدایت اور نور ہے، تم

والنور فخذوا بکتاب الله واستمسکوا به فحث علی کتاب الله ورغب فیه ثم قال: واهل بیتی اذکرکم الله فی اهل بیتی اذکرکم الله فی اهل بیتی (رواہ مسلم)

کتاب اللہ کو مضبوط پکڑ لو اور اس کی حفاظت کی پوری پوری کوشش کرو، اس کے بعد آپ نے مختلف طریقے پر کتاب اللہ کی حفاظت اور اس پر عمل کرنے کی رغبت دلائی، اس کے بعد ارشاد فرمایا دوسری چیز میرے اہلبیت ہیں، تم اللہ سے ڈرنا میرے اہلبیت کے معاملہ میں تم اللہ سے ڈرنا میرے اہلبیت کے معاملہ میں، یہ جملہ آپ نے دو بار ارشاد فرمایا۔"

(ف) حضرت ملا علی قاریؒ ارشاد فرماتے ہیں[۱] اذکرکم اللہ الخ سے مراد یہ ہے کہ اہلِ بیت کے حقوق کی پوری پوری حفاظت کرو اور ان کو کسی قسم کی اذیت نہ پہنچاؤ انتہیٰ..... اور پہلی روایت سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت حسینؓ اہلِ بیت کے اندر شامل ہیں، لہٰذا وہ بھی اِس عظیم الشان بشارت میں شامل ہیں اور ان کے حقوق کی نگہبانی بھی مسلمانوں پر ضروری ہے، اور اُن کی شان میں گستاخی کرنے سے بچنا لازم ہے۔ اِسی وجہ سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی ہے جب ایک عراقی مُحرم نے اُن سے یہ مسئلہ دریافت کیا کہ "بحالتِ احرام مکھی کو مارنا جائز ہے یا نہیں؟" تو حضرت ابن عمرؓ نے ناخوش ہو کر ارشاد فرمایا:۔

حدیث:۔

اهل العراق یسئلونی عن الذباب وقد قتلوا ابن بنت رسول الله صلی الله علیه وسلم۔

حاصلِ حدیث:۔

اہلِ عراق مجھ سے مسئلہ پوچھ رہے ہیں کہ مکھی کے مارنے میں بحالتِ احرام کیا حکم ہے حالانکہ یہ وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے حضرت حسینؓ کو جان سے مار ڈالا ہے۔

---

[۱] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ۱۲

وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ھما ریحا الی من الدنیا (رواہ البخاری و مشکوٰۃ ص۵۷۰) — یاد رکھو! نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم حسنؓ وحسینؓ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ یہ دونوں میرے لئے بمنزلہ دو ریحان یعنی خوشبو کے ہیں۔

حدیث سوم:-

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ آپؐ کو اہلِ بیت میں سے سب سے زیادہ کون محبوب ہے، تو اس پر آپؐ نے ارشاد فرمایا:-

حاصل حدیث:-	حدیث:-
آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ سب سے محبوب مجھ کو حسنؓ وحسینؓ ہیں اور بارہا آپؐ اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کرتے تھے "میرے پاس میرے دونوں بیٹوں حسنؓ وحسینؓ کو بلا دو تاکہ میں اُن کو محبت سے اپنے سینہ سے لگاؤں اور پیار کروں۔	قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحسنؓ والحسینؓ وکان یقول لفاطمۃؓ اُدعی لی ابنیَّ فیشمّھما ویضمّھما الیہ (رواہ الترمذی)

÷ ÷ ÷

حدیث چہارم:-

حضرت اسامہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسنؓ وحسینؓ کے بارے میں ارشاد فرمایا:- (حاصل حدیث)

حاصل حدیث	حدیث
اے اللہ میں حسنؓ وحسینؓ سے محبت کرتا ہوں آپ ان دونوں کو محبوب بنا لیجئے اور اُس شخص سے بھی محبت کیجئے جو حضرت حسنؓ وحسینؓ سے سچی محبت کرے	اللّٰھم انی احبّھما فاحبّھما واحب من یُحبّھما۔ (رواہ الترمذی)

حدیث پنجم :۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ ایک روز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہمارے سامنے اس طرح تشریف لائے کہ آپؐ کے ایک کاندھے پر حضرت حسنؓ تھے اور دوسرے پر حضرت حسینؓ، اور غایت شفقت سے کبھی ایک کو پیار کرتے کبھی دوسرے کو، اس پر حاضرین میں سے ایک شخص نے عرض کیا، یارسول اللہؐ خدا کی قسم آپ کو توان دونوں بچوں سے بہت محبت معلوم ہوتی ہے؟ اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[1]

حدیث :۔

من احبھما فقد احبنی ومن ابغضھما فقد ابغضنی ۔

حاصل حدیث

جو حسنؓ، حسینؓ سے محبت کرے گا اس نے حقیقت میں مجھ سے محبت کی، اور جو حسنؓ و حسینؓ سے بغض و عداوت رکھے گا وہ دراصل مجھ سے بغض و عداوت رکھنے والا ہے۔

حدیث ششم :۔

عن یعلیؓ بن مرۃ قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حسینؓ منی وانا من حسینؓ احب اللہ من احب حسینا حسینؓ سبط من الاسباط ۔

حاصل حدیث :۔

حسینؓ میری اولاد ہیں اور مجھ کو حسینؓ سے خصوصی تعلق ہے، اللہ تعالیٰ اس شخص سے محبت فرماتا ہے جو حسینؓ سے سچی محبت کرے گا، حسن رضی اللہ عنہ میری اولاد ہیں بڑے مرتبے کے ہیں ۔

(رواہ الترمذی)

[1] البدایۃ والنہایۃ ص ۲۰۵ ج ۸

حدیث ہفتم :-	حاصلِ حدیث :-
عن ابی سعید الخدریؓ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحسنؓ والحسینؓ سیدا شباب اہل الجنۃ۔	حضرت ابو سعید الخدریؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حسنؓ وحسینؓ نوجوانانِ جنت کے سردار ہوں گے (رواہ الترمذی)

٭ ٭ ٭ ٭ ٭

(ف) ملّا علی قاریؒ فرماتے ہیں[1] کہ مرادِ حدیث یہ ہے کہ یہ حضرت حسنؓ و حسینؓ اُن تمام لوگوں میں افضل ہیں جو بحالتِ جوانی انتقال کر گئے ہوں وہ جنت میں داخل ہوں گے، اور اس سے یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ حضرت حسنؓ و حسینؓ جوانی کی حالت میں دُنیا سے کوچ کریں گے بلکہ مراد یہ ہے کہ جیسے نوجوان مروّت وفتوت کے کارنامے انجام دیا کرتے ہیں ایسے ہی یہ دونوں بھائی ہوں گے کیونکہ تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ حضرت حسنؓ وحسینؓ کی وفات ایسے زمانہ میں ہوئی جبکہ یہ کہولت کے زمانہ کو پہونچ چکے تھے، بحالت جوانی وشباب کے ان دو حضرات کا انتقال نہیں ہوا،[2] انتہیٰ۔

الحاصل ان ارشادات کی روشنی میں یہ بات سمجھنا سہل ہوجاتا ہے، کہ حضرت حسینؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کامل درجہ محبوب صحابی اور اولاد ہیں ان کے کمالات معنوی کی بناء پر اُن کی عظمت ومحبت کرنا ہر مسلمان کا وظیفہ ہے، لیکن وہ محبت شریعت کے مطابق ہو، اور اُس کا اظہار ان ہی طریقوں پر کیا جائیگا

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب مناقب اہل بیت ٭ [2] ایضاً ۔۱۲ ٭

جن کی تعلیم رسولِ کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اُمّت کو فرمائی ہے۔

حضرت سیّدنا حسینؓ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شرفِ صحبت ملا

حضرت حسینؓ پیدائش کے وقت سے لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری لمحۂ حیات تک خاص محبوب اولاد اور شرفِ صحبت مشرف رہے، مگر حضرت سیّدنا حسینؓ نے آپؐ کی حیات طیبہ کا دور بہت ہی کم پایا، جیسے کہ حافظ ابنِ کثیرؒ تحریر فرماتے ہیں[۱]۔

حاصلِ عبارت:۔	عبارت:۔
حضرت حسینؓ نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی حیات مُبارکہ کا زمانہ صرف پانچ سال یا اس کے قریب قریب زمانہ پایا۔	وقد ادرك الحسينؓ من حياة النبی صلی اللہ علیہ وسلم خمس سنين او نحوها۔

شرح اس کی یہ ہے کہ حضرت حسینؓ کی سن ولادت میں اختلاف ہے، اگر یہ قول صحیح قرار دیا جائے کہ آپ کی ولادت ۵ شعبان سنہ ۴ھ میں ہوئی، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک اُنکی زندگی تقریباً ۶ سال ۷ ماہ کی ہوتی ہے اور چونکہ علامہ حافظ ابن حجرؒ اسد الغابہ میں اس قول کو ترجیح دی ہے کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی پیدائش ۵ ماہ شعبان سنہ ۴ھ میں ہوئی، اس لئے یہ تسلیم کرنا صحیح ہو گا کہ حضرت حسینؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ حیات سے تقریباً ۶ سال ۷ ماہ کا زمانہ پایا۔ اسی لئے حافظ ابن کثیرؒ نے ۵ سال کا زمانہ متعین نہیں کیا، بلکہ فرمایا "خمس سنين او نحوها" لیکن اس تحریر سے

---

[۱] البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۵۰

عرصہ ہی میں حضرت حسینؓ نے استعدادِ خداداد سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت برکات اور فیوض حاصل کئے اور حق تعالےٰ کا خاص مقام قرب حاصل ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حق تعالےٰ نے ایک فرشتہ کے ذریعہ یہ بشارت سنادی کہ حسنؓ و حسینؓ دونوں نوجوانانِ جنّت کے سردار ہوں گے۔ اِس روایت کی تحقیق و تفصیل پہلے گذر چکی ہے۔ ایک خصوصیت ان حضرات کو یہ بھی نصیب ہوئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شرفِ بیعت سے مشرف فرمایا۔[۱] حضرت حسینؓ کو اس صغرسنی میں ایک عظیم الشان نعمت یہ بھی حاصل ہوئی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کچھ حدیثیں بھی براہ راست سُنکر بیان فرمائیں۔ چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں :۔

عبارت :۔	حاصلِ عبارت :۔
روی عنہ احادیث۔	حضرت حسینؓ نے براہِ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے چند حدیثیں سُنکر بیان فرمائی ہیں۔

اِن احادیث میں سے ایک حدیث شریف ابن ماجہ شریف میں موجود ہے جس میں حضرت حسینؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت بلاواسطہ بیان فرماتے ہیں۔ ہم اُس حدیث کو مع سند کے درج کرتے ہیں :۔

یہ روایت محدّث فقیہ ابن ماجہؒ نے "باب ماجاء فی الصبر علی المصیبۃ" میں بیان فرمائی ہے :۔

(حدیث آگے ص۸۰ پر دیکھئے)

---

[۱] البدایہ والنہایہ ج ۸ ص۲۵۷ ؎

حدیث :-

حدّثنا ابو بکر بن ابی شیبة حدّثنا وکیع بن الجراح عن هشام بن زیاد عن اُمّہ عن فاطمة بنت الحسین رض عن ابیہا قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اُصیب بمصیبة فذکر مصیبة فاحدث استرجاعا وان تقادم عہدھا کتب اللہ لہ من الاجر مثلہ یوم اُصیب (ابن ماجہ ص ۱۱۶ ... ا: باب ما جاء فی الصبر علی المصیبة) مطبوعہ مطبع علیمی اصح المطابع

حاصلِ حدیث :-

حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس کو کسی مصیبت میں مبتلا کیا جائے پھر اتفاق سے اُس مصیبت کا خیال آجائے اور اُس مصیبت کا منظر آنکھوں کے سامنے گھومنے لگے اُسوقت وہ شخص "اناللہ وانا الیہ راجعون" پڑھے اور صبر اس پر حق تعالیٰ ویسا ہی اجر عطا فرمائیں گے جیسا کہ اُسکو اُس دن ملا تھا جس دن وہ اُس مصیبت میں مبتلا کیا گیا تھا، اگرچہ اُس مصیبت کے واقعہ پر کتنا ہی زمانہ کیوں نہ گذر چکا ہو۔

اِس روایت کو حضرت امام احمد بن حنبل رح نے بھی ذکر فرمایا ہے۔

نیز علامہ حافظ ابن حجر شارح بخاری تہذیب التہذیب میں تحریر فرماتے ہیں[۱] :-

عبارت :-

الحسین رض بن علی رض روی عن جدّہ صلی اللہ علیہ وسلم وابیہ وامّہ وخالہ ھند بن ابی ھالة وعمر بن الخطاب رضی اللہ عنھم۔

حاصلِ عبارت :-

حضرت حسین رض بن علی رض احادیث کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست بھی نقل فرماتے ہیں اور اپنے والد بزرگوار حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے واسطے بھی اور اپنے ماموں حضرت ہند بن ابی ھالہ کے واسطے سے بھی اور حضرت عمر فاروق اعظم رض کے واسطے سے بھی۔

---

[۱] تہذیب التہذیب جلد ۲ ص ۳۴۵ ۔

نیز کتاب استیعاب میں حافظ حدیث محدّث فقیہ حافظ ابن عبد البرؒ سے دوؔ حدیثیں سند کے ساتھ حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے نقل فرماتے ہیں۔ ہم ان حدیثوں کو مع خلاصہ یہاں پر ذکر کرتے ہیں، تاکہ حضرت حسینؓ کا راوی حدیث ہونا مزید واضح ہو جائے، اور اس میں کسی کو شبہ و شک باقی نہ رہے :-

حدیث اوّل :-

حدّثنا العُمری عن الزہری عن علیّ بن الحسینؓ عن ابیہ عن النّبی صلّے اللہ علیہ وسلّم مِن حُسن اسلام المرأۃ ترکہ مالا یعنیہ (الاستیعاب ج۱ ص۱۴۵)

حاصل حدیث :-

حضرت حسینؓ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے نقل فرماتے ہیں کہ فرمایا نبی کریم صلّے اللہ علیہ وسلم نے انسان کا کمالِ اسلام یہ ہے کہ اُن تمام باتوں کو چھوڑ دے جو لغو لایعنی، اور بے فائدہ ہوں۔

(الاستیعاب ج ۱ ص۱۴۵)

حدیث دوم :-

روی ابراھیم بن سعد عن ابن اسحٰق عن الزہری عن سنان بن ابی سنان الدؤلی عن حسینؓ بن علی حدیثا فی ابن ماءعد اختلفتم وانا بین اَظھرکم فانتم بعدی اشد اختلافاً انتہٰ

حاصل حدیث :-

حضرت حسین بن علیؓ سے مروی ہے کہ فرمایا نبی کریم صلّے اللہ علیہ وسلم نے کہ تم باہم اختلاف کر رہے ہو حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم میرے دُنیا سے چلے جانے کے بعد آپس میں بہت اختلاف کرو گے۔

(الاستیعاب ص۱۴۵ ج۱)

[illegible] سیّدنا حسین رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت فیوض و برکات حاصل کیے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث بیان کرنے کا شرف بھی حاصل فرمایا جیسا کہ اس کا کچھ حال ابھی ابھی ذکر کیا گیا مگر چونکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات با برکات کا زمانہ بہت کم پایا، اور علوم نبوّت سے سیرابی کا شوق بہت دامنگیر رہا، اِس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اپنے والد بزرگوار سے علوم نبوّت اخذ فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت حسینؓ کے بڑے بھائی حضرت حسن رضی اللہ عنہما بھی حضرت حسینؓ سے روایت حدیث بیان کرتے ہیں اور چند حدیثیں انھوں نے حضرت حسینؓ سے اخذ فرمائی ہیں، اِسی واسطے حافظ ابن حجرؒ نے حضرت حسینؓ کے تلامذہ میں سب سے پہلے اُن کے بڑے بھائی حضرت حسنؓ کو ذکر کیا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ کے الفاظ یہ ہیں:۔

عبارت:۔	حاصل عبارت:۔
روی عنہ اخوہ الحسنؓ۔ (تہذیب التہذیب ص۳۴۵ ج۲)	حضرت حسینؓ سے اُن کے بڑے بھائی حضرت حسنؓ نے بھی روایات بیان کی ہیں۔

چنانچہ حافظ ابو عیسیٰ امام ترمذیؒ نے شمائل ترمذی میں ایک روایت ایسی نقل کی ہے کہ جس میں حضرت حسنؓ ابن علیؓ اپنے چھوٹے بھائی حضرت حسینؓ سے روایت بیان فرما رہے ہیں، اور جب حضرت حسنؓ ابن علیؓ یہ روایت بیان فرماتے ہیں تو اپنے چھوٹے بھائی حضرت حسینؓ کی علم حدیث میں فضیلت اور منقبت عظیمہ بیان فرماتے ہیں، اور اُنکی علمی سبقت کا اعتراف اِن الفاظ سے فرماتے ہیں:۔

عبارت :-

فکتمتها الحسینؓ
زماناً ثم
حدثته،
فوجدته
قد سبقنی الیه
(شمائل ترمذی صـ ۲۴، باب ما جاء فی تواضع رسول اللہؐ)

حاصلِ عبارت :-

حضرت حسنؓ بن علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند ابن ابی ہالہ سے ایک روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ پاک کے متعلق سُنی پھر میں نے اُس روایت کو حضرت حسینؓ کے امتحان کے لئے چُھپالی، پھر اک زمانہ کے بعد میں نے جب وہ روایت اُن سے بیان کی تو معلوم ہوا کہ وہ مجھ سے سبقت لیجا چکے ہیں اور والد بزرگوار سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک اور مفصل حالاتِ زندگی معلوم کر چکے ہیں

اِن الفاظ کے بعد حضرت حسنؓ بن علیؓ نے مفصل روایت حضرت حسینؓ ابن علیؓ سے بیان فرمائی ہے جو شمائل ترمذی صـ ۲۴ پر مذکور ہے ۔ نیز حافظ علامہ ابن حجرؒ نے حضرت حسینؓ کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ علم حدیث میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے تلامذہ کی بہت بڑی جماعت ہے، اُن میں سے چند اہم شخصیتوں کے اسمائے متبرکہ بھی تحریر فرمائے ہیں ۔ حافظ ابن کثیرؒ کے الفاظ یہ ہیں[1] :-

عبارت :-

روی عنه
اخوه الحسن
و بنوه علیّ و زید
و سکینة و فاطمة و ابن
ابنه ابو جعفر الباقر و الشعبی

حاصلِ عبارت :-

حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے جو روایاتِ حدیث بیان کرنے والے تلامذہ علمائے محققین ہیں اُن میں سے چند کے اسمائے گرامی یہ ہیں حضرت حسنؓ بن علی رضی اللہ عنہ، حضرت حسینؓ کے صاحبزادے علیؓ اور زید اور حضرت حسینؓ کی صاحبزادی سکینہ اور فاطمہ اور حضرت حسینؓ کے پوتے ابو جعفر باقرؒ اور محدث جلیل شعبی اور حضرت عکرمہؒ اور

---

[1] تہذیب التہذیب صـ ۳۴۵ ج ۲ ؎

عبارت	حاصلِ عبارت
عکرمۃ وکرز التیمی وسنان بن ابی سنان الدؤلی وعبد اللہ بن عمرو بن عثمان والفرزدق وعدۃ جما۔	کرز تیمی اور سنان بن ابی سنان الدؤلی اور عبد اللہ بن عمرو بن عثمان اور شاعر فرزوق اور ان کے علاوہ ایک جماعت ہے۔

اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ رُوحانی تعلّق رکھتے تھے۔ چنانچہ چند روایات حدیث بلاواسطہ آپؓ سے باوجود کمسنی کے اخذ فرمائیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دوسرے صحابہ کرامؓ سے علوم نبوّت اخذ فرماتے رہے جس کی قدرے تفصیل ہم نے بیان کردی ہے۔

الحاصل ان عظیم الشان کمالات کے ساتھ حضرت حسینؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دورِ حیات میں متصف رہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے جو قیمتی لمحات ان کو میسّر آئے اُن میں آپ کے فیوض و برکات سے پُوری طرح مستفیض ہوتے رہے۔ اِس سلسلہ میں حافظ ابن کثیرؒ ارشاد فرماتے ہیں[1]

عبارت	حاصلِ عبارت
والمقصود ان الحسینؓ عاصر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصحبہ الی ان توفی وھو عنہ راضٍ	مقصد کلام یہ ہے کہ حضرت حسینؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور آپ کے فیضِ صحبت سے برابر مشرف ہوتے رہے یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس عالمِ فانی سے کوچ فرمایا، اور آپ حضرت حسینؓ سے بہت خوش، اور راضی تھے۔

اِس تفصیل پر حضرت حسینؓ کی تاریخ کا پہلا دور ختم ہو جاتا ہے، حضرت حسینؓ کی

---

[1] البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۵۰۔

تاریخ کا دوسرا دور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے شروع ہوتا ہے اور حضرت سیدنا علیؓ کی وفات پر ختم ہوتا ہے، اس دور ثانی میں حضرت حسینؓ کے ساتھ خلفاء راشدینؓ کا خصوصی تعلق بیان کیا جائے گا اور انکی دینی خدمات کی تفصیل بیان کی جائیگی جو آپنے خلفاء راشدینؓ کے دور میں انجام دی ہیں، اب یہاں سے حضرت حسینؓ کی تاریخ کا دوسرا دور شروع ہوتا ہے۔ بعونہ تعالیٰ و توفیقہ ؛

حضرت سیدنا حسینؓ کا دورِ ثانی

حضرت حسینؓ خلفاء راشدینؓ اور صحابۂ کرامؓ کی نظر میں!

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے دورِ حیات میں حضرات خلفاء راشدینؓ، اور صحابۂ کرامؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی شفقت اور عنایات حضرت حسینؓ پر اپنی آنکھوں سے دیکھی تھی، اور کمالِ محبت کے مختلف مظاہر ان کی آنکھوں کے سامنے آتے رہے، اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشادات حسینؓ کے بارے میں اپنے کانوں سے سُنے تھے جس کا اثر تمام زندگی حضرات خلفاءِ راشدین اور صحابۂ کرامؓ پر قائم رہا۔ تمام صحابۂ کرام بالخصوص خلفاء راشدین رضی حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما سے بہت محبت کرتے تھے۔

چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ نے حضرات خلفاءِ راشدین کے اس خصوصی تعلق کے سلسلے میں تحریر فرماتے ہیں[1]:۔

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد ۸ صنہ ؛

عبارت:-	حاصل عبارت:-
ثم کان الصدیق ؓ یکرمه ویعظمه و کذالك عمرؓ و عثمانؓ	حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت حسینؓ کی تعظیم و تکریم کیا کرتے تھے اور خصوصی شفقت و عنایت کا معاملہ کرتے تھے اور یہی طرز عمل آپ کے ساتھ حضرت فاروق اعظمؓ اور حضرت عثمان غنی کا تھا، رضی اللہ عنہم

نیز علامہ حافظ ابن کثیرؒ نے حضرت حسینؓ بن علیؓ کے ساتھ، حضرت ابوبکر صدیقؓ کے خصوصی تعلق کے متعلق تحریر فرمایا ہے[1]:-

وقد کان الصدیق ؓ یجلّه و یعظمه ویکرمه ویحبه ویتفدّاه۔	حضرت صدیق اکبرؓ حضرت حسینؓ بن علیؓ کی تعظیم کیا کرتے تھے، اور عظمت کا معاملہ فرماتے تھے اور اُن سے محبت کا برتاؤ کرتے تھے اور اُن کی جانب سے فدیہ دیا کرتے تھے۔

حضرت فاروق اعظمؓ نے بھی حضرت حسنؓ و حسینؓ کے ساتھ ہمیشہ وہی برتاؤ کیا جو حضرت صدیق اکبرؓ کا معمول تھا، چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں۔

عبارت:-	حاصل عبارت:-
وکذالك عمرؓ بن الخطاب۔	اور یہی برتاؤ جو حضرت صدیق اکبر کیا کرتے تھے حضرت عمر فاروق اعظمؓ کا معمول تھا۔

حضرت فاروق اعظمؓ نے جب صحابۂ کرام کے وظائف مراتب کے لحاظ سے مقرر فرمائے تو اُن حضرات صحابۂ کرامؓ کے ساتھ جو غزوۂ بدر میں شریک تھے جن کا مرتبہ دوسرے غزوات میں شرکت کرنے والوں سے بہت بلند ہے، حضرت حسنؓ و حسینؓ کا وظیفہ اُن ہی حضرات کے مساوی مقرر فرمایا۔ جیسا کہ علامہ حافظ ابن کثیرؒ نے نقل فرمایا ہے[2]:-

---

[1] البدایہ والنہایہ ص۳۶ ج ۸ ۞ [2] ایضاً ص۳۶ ج ۸ ۞

عبارت:۔	حاصلِ عبارت:۔
اِن عمرؓ لمّا عمل الدیوان فرض للحسنؓ والحسینؓ مع اھل بدر فی خمسۃ الآف خمسۃ الآف ۔	حضرت فاروق اعظمؓ نے حضرات صحابۂ کرامؓ کے وظیفوں کے لئے فہرست مرتب فرمائی تو حضرت حسنؓ وحسینؓ کے لئے حضرات صحابہ اہلِ بدر کے ہمراہ پانچ پانچ ہزار سالانہ وظیفہ مقرر کیا ۔

حضرت فاروق اعظمؓ کے اِس معاملہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ فاروق اعظمؓ اور صحابۂ کرام حضرت حسنؓ وحسینؓ کو بڑے درجہ کے صحابۂ کرامؓ کے برابر فضیلت وکمال کے لحاظ سے سمجھتے تھے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبی تعلق کا جو حضرات حسنینؓ سے تھا، اُس کا پُورا پُورا خیال اور احترام کرتے تھے۔

حضرت فاروق اعظمؓ کی شفقت کا ایک عجیب واقعہ حافظ ابن کثیرؒ نے البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص۲۰۷ میں ذکر فرمایا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ مُلک یمن سے کچھ حُلّے[۱] یعنی لباس آئے، حضرت فاروق اعظمؓ نے حسب معمول اُن کو تقسیم کرایا اور اُن میں سے حضرات صحابۂ کرامؓ کے صاحبزادوں کو بھی دے گئے، لیکن حضرت حسنؓ وحسینؓ کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ "یہ حُلّے اس درجہ کے نہیں جو اُن حضرات کے شایانِ شان ہوں"۔ اِس لئے خصوصیت سے یمن کے حاکم کے پاس حکم تحریر فرمایا، اور ایسے دو حُلّے منگوائے جو نہایت عُمدہ تھے، اور ان حضرات کے شایانِ شان تھے ۔

---

[۱] حُلّہ عرب کا وہ مخصوص لباس کہلاتا ہے جس میں ایک چادر اور ایک تہبند ایک رنگ کا ہوتا ہے ۔ ۱۲

جو حال ہم نے حضرات شیخین ابوبکرؓ و عمرؓ کا بیان کیا، یہی حال خلیفۂ راشد حضرت عثمان غنیؓ کا تھا، کہ اُن کے ساتھ تعظیم و تکریم کا معاملہ فرماتے، اور نہایت محبت کرتے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ حضرت عثمان غنیؓ کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں[1]:۔

حاصل عبارت :۔	عبارت :۔
اور جو حال ابوبکر و عمر کا تھا یہی حال حضرت عثمانؓ بن عفان کا تھا، کہ حضرت حسنؓ و حسینؓ کی تعظیم و تکریم فرماتے اور ان سے خصوصی محبت کا برتاؤ کرتے۔	وکذالک کان عثمانؓ بن عفان یکرم الحسنؓ والحسینؓ ویحبھما۔

اور فقط خلفاء راشدینؓ ہی نہیں بلکہ تمام صحابۂ کرام کا جذبہ بھی یہی تھا جو حضرات خلفاء راشدین کا ذکر کیا گیا۔ چنانچہ جب[2] حضرت حسنؓ و حسینؓ بیت اللہ کا طواف فرماتے تو مسلمانوں کا عظیم الشان ہجوم اِن حضرات کو گھیر لیتا، اور فرطِ محبت سے یہ مجمع آپ کے لئے دعائے سلامتی کیا کرتا۔

ایک دن صحابی جلیل الشان حضرت عمرو بن العاصؓ خانۂ کعبہ کے قریب بیٹھے ہوئے تھے، سامنے سے حضرت حسینؓ آتے ہوئے نظر آئے، حضرت حسینؓ کے چہرۂ انور کو دیکھ کر آپ نے والہانہ جذبہ سے یہ جملے ارشاد فرمائے[3]۔

حاصل عبارت :۔	عبارت :۔
یہ حضرت حسینؓ ہیں جو روئے زمین کے تمام انسانوں میں سے آسمانی مخلوق یعنی فرشتوں کی نظر میں سب سے زیادہ محبوب ہیں۔	ھذا احب اھل الارض الی اھل السماء۔

---

[1] البدایہ والنہایہ صفحہ ۳۶ ج ۸ ؛ [2] ایضاً صفحہ ۳۷ ج ۸ ؛ [3] ایضاً صفحہ ۲۰۷ ج ۸

نیز حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت حسنؓ و حسینؓ کے ساتھ تعظیم و تکریم کا معاملہ کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضرت علیؓ کی وفات کے بعد جب حضرت حسنؓ و حسینؓ حضرت معاویہؓ سے مُلاقات کے لئے جایا کرتے تھے تو حضرت معاویہؓ اِن دونوں بھائیوں کے ساتھ بہت اکرام و احترام کا معاملہ فرماتے، اور بہت زیادہ داد و دہش کرتے تھے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ نے اِس سلسلہ میں نقل فرمایا ہے[1]:۔

عبارت:۔

فلما استقرت الخلافة لمعاویةؓ کان الحسین یتردد الیہ مع اخیہ الحسنؓ فیکرمھما معاویةؓ اکراماً زائداً ویقول لھما مرحباً واھلاً ویعطیھما اعطاء جزیلاً۔

حاصلِ عبارت:۔

جب حکومت مستقل حضرت معاویہؓ کو حاصل ہوگئی، تو جب کبھی حضرت حسینؓ اپنے بڑے بھائی حضرت حسنؓ کے ہمراہ حضرت معاویہؓ سے ملنے جایا کرتے تو وہ اِن دونوں بھائیوں کا بہت زیادہ اکرام فرماتے اور ان کی آمد پر مرحباً اھلاً کے کلمات سے اظہارِ مسرت فرماتے اور ان دونوں حضرات پہ بہت عنایت و نوازش فرماتے۔

حضرت حسنؓ کی وفات کے بعد تنہا حضرت حسینؓ بھی ہر سال حضرت معاویہؓ سے ملنے جایا کرتے، تو ان کے ساتھ بھی حضرت معاویہؓ یہی معاملہ فرماتے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ اِس سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں[2]

عبارت:۔

ولما توفی الحسنؓ کان الحسینؓ

حاصلِ عبارت:۔

اور جب حضرت حسنؓ کی وفات ہوگئی تو حضرت حسینؓ

---

[1] البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۵۰ ج ۸

يفد الى معاويةؓ فى كل عام فيعطيه ويكرمه۔	ہر سال حضرت معاویہؓ کے پاس جایا کرتے تھے، وہ حضرت حسینؓ کا اکرام فرماتے اور معمول کے مطابق بخشش کرتے تھے۔

اِن حضرات کے علاوہ جو صحابۂ کرام خاندانِ نبوت سے متعلق تھے اور ان حضرات کے تقریباً ہم عہد تھے وہ بھی باوجود معاصرت کے تعظیم و تکریم کو اپنا وظیفۂ زندگی سمجھتے تھے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ جو کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسبی غایت درجہ کا قرب رکھتے ہیں اور تفسیر قرآن میں نہایت درجہ مہارت رکھتے ہیں، اور آپ کے چچازاد بھائی ہوتے ہیں اور کمسنی کی وجہ سے حضرات حسنینؓ کے تقریباً معاصر ہیں، ان کے متعلق علامہ حافظ ابن کثیرؒ نے تعظیم حسینؓ کا عجیب واقعہ ذکر فرمایا ہے[1]

عبارت:-	حاصل عبارت:-
قد كان ابن عباسؓ ياخذ الركاب للحسنؓ والحسينؓ اذا ركب ويرى هذا من النعم عليه	حضرت ابن عباسؓ جب حضرت حسنؓ و حسینؓ سوار ہو کر چلتے تو خادمانہ انداز میں رکاب تھام کر چلا کرتے، اور اس عمل کو اپنے لئے ایک عظیم الشان نعمت تصور فرماتے۔

الحاصل حضرت حسینؓ خلفاء راشدینؓ اور صحابۂ کرامؓ کی نظر میں بڑے درجہ کے عالم اور عابد بہادر اور سخی ہونے کی وجہ سے محبوبیت کے شرف سے مشرف تھے اسی لئے قرنِ اوّل سے لیکر آجتک اہلِ حق کی نظر میں ان کا یہی مرتبہ ہے جسکی ترجمانی حافظ ابن کثیرؒ نے اِن الفاظ سے فرمائی ہے[2]:-

---

[1] البدایہ والنہایہ ص ۱۵۸ ج ۸ ؛ [2] ایضاً ج ۸ ص ۱۵۸ ؛ ۱۲

عبارت :-

فانہ من سادات المسلمین وعلماء الصحابۃ وابن بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم التی ھی افضل بناتہ وقد کان عابداً وشجاعاً وسخیاً [1]

حاصل عبارت :-

حضرت حسین ؓ بلاشبہ تمام مسلمانوں کے سرداروں میں شامل ہیں اور علماء صحابہؓ کی جماعت میں داخل ہیں اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ محبوب صاحبزادی کے فرزند ہونے کی سعادت رکھتے ہیں، اور آپ نہایت درجہ عابد، بہادر اور سخی تھے رضی اللہ عنہ وعن کل الصحابۃ اجمعین ۔

حضرت حسینؓ کے حالاتِ زندگی پر ایک نظر

حضرت سیدنا حسینؓ کی زندگی کا سب سے مقدس پہلو یہ ہے کہ آپ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسبی تعلق کے علاوہ روحانی تعلق بہت ہی بلند درجہ کا رکھتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی پیروی میں پوری پوری کوشش فرماتے تھے ۔ آپ کی زندگی کے ہر ہر گوشہ میں کمال اتباعِ سنت نمایاں طور پر موجود تھا ۔ آپ کی زندگی میں ایک بڑی خصوصیت یہ تھی کہ دنیا کے مال وجاہ سے طبعی نفرت تھی، دنیوی دولت و جاہ کو کبھی آپ نے پسند نہیں فرمایا ۔

حافظ ابن کثیرؒ نے جو چند کلمات آپ کے کردار کے بارے میں تحریر فرمائے ہیں وہ آپ کی تمام زندگی کا اجمالی نقشہ ہے، وہ الفاظ یہ ہیں [2] :-

" فانہ من سادات المسلمین وعلماء الصحابۃ رض وابن بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ " اس عبارت کا حاصل اوپر گزر چکا ہے ملاحظہ ہو ۔

---

[1] البدایۃ والنہایۃ ج ۸ ص ۱۵۱ ۔ [2] ایضاً ج ۸ ص ۔

نیز حضرت حسینؓ ترکِ دُنیا اور زہد کے مقام پر فائز تھے۔ ہم اس سلسلہ میں ناظرین کے سامنے حضرت حسینؓ کے چند اشعار پیش کرتے ہیں[۱] جس سے سیدنا حسینؓ کے قلبی پاک جذبات، اور علو ہمت کا ایک اجمالی نقشہ آنکھوں کے سامنے آجائیگا

لئن کانت الدنیا تُعَدُّ نفیسة ✽ فدارُ ثوابِ اللہ اعلیٰ و انبل

(ترجمہ) اگر یہ بات صحیح ہو کہ دُنیائی نعمتیں ایک نفیس چیز شمار کی جاتی ہیں تو دارِ آخرت میں جو ثواب ملیگا وہ بہت اعلیٰ اور بہتر ہے۔

و ان کانت الابدان للموت انشئت ✽ فقتل امرء بالسیف فی اللہ افضل

اور چونکہ تمام بدن انسانوں کے فنا ہی کیلئے بنائے گئے ہیں لہٰذا انسان کا اللہ کے راستے میں جہاد کرتے ہوئے فنا ہو جانا……

و ان کانت الارزاق شیءٌ مقدراً ✽ فقلة سعی المرء فی الرزق اجمل

اور چونکہ تمام روزیاں اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمادی ہیں لہٰذا انسان کو روزی کمانے میں مختصر سعی ہی کوشش کرنا ہی بہت بہتر ہے

و ان کانت الاموال للترک جمعها ✽ فما بال متروکٍ بہ المرءُ یبخل

اور چونکہ سارے اموال جو جمع کرتا ہے بالآخر ایک دن اُنکو چھوڑنا ہی ہے پھر تعجب کی بات ہے کہ جو چیز چھوڑنی ہے اُس میں انسان کیوں بخل کرتا ہے۔

ان اشعار مذکورہ سے اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ حضرت حسینؓ کے قلبی جذبات کس قدر پاکیزہ تھے اور آپ کی ہمت کس درجہ بلند تھی، اور آپ کو دنیوی مال وجاہ سے کوئی قلبی تعلق نہ تھا، یہی وجہ ہے کہ حضرت حسینؓ کی پوری زندگی عبادت میں صرف ہوگئی اور جب موقع ہوا تو جہاد فی سبیل اللہ میں پوری جد و جہد کے ساتھ مشغول ہوگئے اور اعلائے کلمۃ الحق میں ہر قسم کی قربانیاں پیش فرمائیں۔

یزید کے دورِ حکومت میں جب نظام اسلام میں بہت خلل اور نقصانات رونما ہوگئے تو اصلاح کی کوشش فرمائی، اور اس کوشش میں ظالموں اور

---

[۱] البدایہ والنہایہ ص ۔ ج ✽

جبر و تشدد کے عادی صاحب اقتدار امراء کے ساتھ جب قتال کی نوبت آئی تو بغیر کسی خوف و جھجک کے مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے، اور بالآخر ظالموں کے ہاتھوں جامِ شہادت نوش فرمایا، اور اُمتِ مسلمہ کو یہ عبرت آموز درس دیا کہ مقصدِ حیات حق جل شانہٗ کی بندگی اور حصولِ رضا ہے، اگر اس سلسلہ میں جان دینے کی نوبت آئے تو اس سے بھی دریغ نہ کیا جائے ؎ شعر

جان دی دی ہوئی اُسی کی تھی ✧ حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

الحاصل حضرت حسینؓ کمال زہد کے ساتھ پوری زندگی گذاردی، اور عبادت کا خاص اہتمام فرماتے رہے، آپ کا معمول یہ تھا کہ کثرت سے اعتکاف فرمایا کرتے تھے، تاکہ دلجمعی اور سکون کے ساتھ ذکرِ الٰہی میں مشغول رہ سکیں۔

حضرت حسینؓ جب خانۂ کعبہ کا طواف کرتے تو مسلمانوں کا ایک بڑا اژدحام آپ کی زیارت کے لئے جمع ہو جاتا۔

ایک مرتبہ حضرت عمرو بن العاصؓ خانۂ کعبہ کے قریب بیٹھے ہوئے تھے، اتنے میں اُنہوں نے دیکھا کہ سامنے سے حضرت حسینؓ تشریف لا رہے ہیں، تو نہایت جوشِ محبت سے فرمانے لگے: "ھٰذا[1] احب اھل الارض الی اھل السماء" یہ روایت مع ترجمہ پہلے گذر چکی ہے۔

الحاصل حضرت حسینؓ کی ساری زندگی اعلاءِ کلمۃ الحق کے لئے وقف رہی اور اُن کے تمام اوقات خدا کی بندگی اور عبادت میں صرف ہوئے۔

---

[1] حاصل ترجمہ: حضرت حسینؓ اہل زمین اور اہل آسمان سب کے پیارے ہیں ۱۲ ✧

حضرت حسین رضؓ صدیق اکبرؓ کے دورِ خلافت میں

حضرت حسینؓ کے متعلق بہ تفصیل پہلے گذر چکا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت نہایت کمسن تھے، اور ایسے ہی ان کے بڑے بھائی حضرت حسنؓ بھی، ان دونوں بھائیوں نے نہایت کمسی کے دور میں رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی جُدائی کا صدمہ جو حقیقت میں نہایت ناقابل برداشت تھا اس معصومیت کے دور میں برداشت کیا۔

نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ان دونوں بھائیوں نے اپنے والد بزرگوار حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے تعلیماتِ نبوی کو اخذ کرنا شروع کیا اور والد بزرگوار سے تفصیلات دریافت کرتے رہے کہ رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے اوقات مبارکہ کن مقدس کاموں میں صرف ہوا کرتے تھے، تاکہ اُسکی پیروی کیجائے۔ رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت صدیق اکبرؓ کے دورِ خلافت کا آغاز ہوا، اس وقت یہ دونوں بھائی نہایت کمسن تھے حضرت صدیق اکبرؓ ان دونوں بھائیوں پر نہایت درجہ شفقت فرماتے رہے اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی محبت کی طرح آپ کو بھی ان سے محبت تھی۔

چنانچہ ایک مرتبہ کا واقعہ بخاری میں حضرت عقبہؓ بن حارث سے اِس طرح منقول ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ایک دن عصر کی نماز پڑھی اور حضرت علیؓ کے ہمراہ روانہ ہوئے، راستہ میں دیکھا کہ حضرت حسنؓ بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں، غایت شفقت سے صدیق اکبرؓ نے حضرت حسنؓ کو اپنے کاندھے پر اُٹھالیا

اور یہ کلمات ارشاد فرمائے :۔ حاصل عبارت :۔

بابی شیبۃٌ بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم	میرے ماں باپ تم پر قربان ہوں تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مشابہت رکھتے ہو

اس روایت سے بھی یہ بات معلوم ہو گئی کہ جب حضرت حسنؓ اس وقت اس درجہ کمسن تھے تو حضرت حسینؓ کی عمر تو ان سے بھی کم رہی ہوگی اور ان کی کمسنی کا کیا عالم ہوگا خلافت صدیقی کا دور دو سال تین ماہ دس دن رہا۔ لہذا حضرت صدیق اکبرؓ کا دور خلافت ختم ہو گیا، اور ابھی تک یہ دونوں حضرات حسنؓ و حسینؓ کم عمر ہی تھے، اور حضرت حسینؓ کی عمر اسوقت تقریباً ۹ سال کی تھی کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا اس دار فانی سے عالم جاودانی کی طرف انتقال ہو گیا رضی اللہ عنہ وعن الصحابۃ اجمعین

حضرت حسینؓ حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی حضرت صدیق اکبرؓ کی طرح حضرت حسنؓ و حسینؓ سے نہایت درجہ محبت تھی، اور اُن کے ساتھ ہمیشہ شفقت و غایت محبت کا معاملہ فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عمر فاروق اعظمؓ نے جب سالانہ وظیفے بیت المال سے حضرات صحابۂ کرام کے مقرر فرمائے تو سب سے اعلیٰ وظیفہ اُن صحابۂ کرام کو دیا گیا جو غزوۂ بدر میں شریک تھے۔ ان ہی حضرات کے برابر حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کا وظیفہ مقرر فرمایا۔ اِس بات کو ہم تفصیل سے پہلے بیان کر چکے ہیں۔

حضرت عمر فاروق اعظمؓ کے اِس معاملہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ حضرات حسنینؓ حضرت فاروقؓ کی نظر میں فضیلت و کمال کے لحاظ سے بڑا درجہ

رکھتے تھے۔ فاروق اعظمؓ کی کمال شفقت کا عجیب واقعہ علامہ حافظ ابن کثیرؒ نے بیان فرمایا ہے[1]

جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یمن سے کچھ حلّے آئے، حضرت فاروق اعظمؓ نے حسب معمول صحابۂ کرام کی اولاد میں اُن حلّوں کو تقسیم کرا دیا لیکن حضرت حسنؓ وحسینؓ کو اُن میں سے کوئی حُلّہ عنایت نہیں فرمایا۔ اور اس کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ[2]

لیس فیھا شیٔ یصلح لھما۔	اِن حلّوں میں سے کوئی بھی اس لائق نہیں کہ جو ان حضرات کے شایانِ شان ہو۔

اِس کے بعد یمن کے حاکم کو خط لکھا اور ایسے دو حلّے منگوائے جو نہایت عمدہ تھے اور اِن حضرات کے شایانِ شان تھے۔

الحاصل فاروق اعظمؓ حضرات حسنینؓ کو نہایت تکریم کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور داد و دہش میں اُن کا ایسا ہی خیال رکھتے تھے جیسا ان کے والد بزرگوار حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا خاص خیال فرماتے تھے، حافظ ابن کثیرؒ نقل فرماتے ہیں[3]:-

عبارت	حاصل عبارت :-
کان یکرمھما ویحبارھما ویعطیھما کما یعطی اباھما	الحاصل ان دونوں کو اسی طرح بخشش فرماتے جس طرح انکے والد بزرگوار حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ بخشش فرماتے تھے

الحاصل فاروق اعظمؓ اپنے پورے دورِ خلافت میں حضرت حسینؓ کے ساتھ حد درجہ کمال شفقت کا معاملہ فرماتے رہے۔ جیسا کہ حافظ ابن کثیرؒ تحریر فرماتے ہیں[4]:-

---

[1] البدایہ والنہایہ ص۲۰۷ ج ۸ ؛ [2] ایضاً ص۲۰۷ ج ۸ ؛ [3] ایضاً ص۲۰۷ ج ۸
[4] البدایہ والنہایہ ص۱۵۰ ج ۸ +

حاصلِ عبارت :-	عبارت :-
الحاصل حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت حسینؓ کی تعظیم کیا کرتے تھے اور عظمت کا معاملہ کرتے تھے اور خاص طور پر محبت کرتے تھے اور یہی معمول حضرت فاروق اعظم عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کا بھی یہی معمول تھا۔	ثم کان صدیق رضؓ یکرمہٗ و یعظمہٗ وکذالک عمر رضؓ وعثمان رضؓ

حضرت حسینؓ خلیفہ راشد حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں

حضرت فاروق اعظمؓ کے دورِ خلافت کے بعد حضرت عثمان غنیؓ کے دورِ خلافت کا آغاز ہوا، حضرت عثمان غنیؓ نے بھی آپکے ساتھ نہایت درجہ حسن سلوک کیا اور ہمیشہ آپ کی تعظیم و تکریم فرماتے رہے، اور آپ سے ہمیشہ پُرخلوص محبت کا برتاؤ کرتے رہے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیر تحریر فرماتے ہیں :-

حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی طرح ایسے ہی عثمان غنیؓ بھی حضرت حسنؓ و حسینؓ کی تعظیم و تکریم فرمایا کرتے اور خصوصی محبت کا برتاؤ کرتے تھے۔	وکذالک کان عثمان یکرم الحسنؓ والحسینؓ و یحبہما۔

فاروق اعظمؓ کے دورِ خلافت کی مدت کے بارے میں اختلاف اقوال ہے ایک قول دس سال پانچ ماہ ۲۱ دن کا ہے اسکو ہی حافظ ابن کثیرؒ نے راجح قرار دیا ہے[۱]۔ لہذا خلافت عثمانی کے آغاز میں حضرت حسینؓ کی عمر تقریباً بیس سال ہو گئی تھی۔ اب شہ کرار کے شیر دل صاحبزادے حضرت حسینؓ ایک ہونہار قوی دلاور، بہادر نوجوان تھے، جن کے دل میں اعلائے کلمۃ اللہ کا جذبہ

نہایت درجہ موجزن تھا، اس جذبہ کی تکمیل کے لئے آپ نے غزوات میں شرکت فرمانی شروع کی، اور ۲۶ھ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے عبداللہ ابن ابی سرح کو مصر کا حاکم مقرر کیا، اور افریقہ فتح کرنے پر مامور کیا۔ عبداللہ بن ابی سرح نے دوران جنگ میں فوجی کمک طلب کی، حضرات صحابۂ کرامؓ کے مشورے سے حضرت عثمان غنی نے بہت سی فوجیں افریقہ بھیجنے کے لئے جمع فرمائیں۔ جن میں نوجوانان صحابہ کی بھی ایک جماعت شامل تھی۔

مورخ علامہ ابن خلدون۔ نے اُن شیر دل نوجوان صحابۂ کرام کی جماعت میں اسماء کو خاص طور پر ان بزرگان دین کے اسامی ذکر فرمائے ہیں:۔

حضرت حسنؓ۔ حضرت حسینؓ۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ حضرت عمرو بن العاصؓ۔ حضرت عبداللہ بن جعفر[۱] جب یہ لوگ افریقہ جارہے تھے تو راستہ میں عقبہ بن نافع سے ملاقات ہوئی۔ ان کے ہمراہ یہ لوگ طرابلس گئے، وہاں رومیوں سے جنگ کی، اس سے فراغت کے بعد یہ لوگ افریقہ پہونچے، اس واقعہ کو تاریخ ابن اثیر نے بھی ذکر کیا ہے[۲]۔

الحاصل ان بہادر نوجوانوں نے افریقہ فتح کرلیا۔ اس غزوہ میں حضرت عثمان غنیؓ نے بطور نفل کے خمس کا پانچواں حصہ دینا منظور فرمایا تھا جو حسب وعدہ دیا گیا، جس سے مجاہدین کو مال غنیمت میں بڑی دولت حاصل ہوئی، اس کی تفصیل کتب تاریخ میں موجود ہے۔ علامہ ابن خلدون نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ حضرت حسنؓ و حسینؓ رضی اللہ عنہ

---

[۱] تاریخ ابن اثیر کامل میں علامہ ابن اثیر جزری نے یہ الفاظ ذکر فرمائے ہیں "فجهز اليه العساكر من المدينة وفيهم جماعة من اعيان الصحابة منهم عبدالله بن عباس وغيره فسار بهم عبدالله بن سعد بن ابی سرح الی افریقه" ص۳۴ جلد ثالث ۱۲ ۔ [۲] تاریخ ابن اثیر کامل ص۳۴ جلد ثالث ۱۲ ۔

صحابۂ کرامؓ کے ہمراہ ممالک مغربیہ میں بھی تشریف لے گئے۔ واللہ اعلم۔

غزوۂ طبرستان میں حضرت حسینؓ کی مجاہدانہ شرکت

۳۰ھ میں حضرت عثمان غنیؓ نے حضرت سعید بن عاص کو کوفہ کا حاکم مقرر فرمایا، اور ولید بن عقبہ سابق حاکم کوفہ کو ایک سخت شکایت کی بناء پر معزول کر دیا اسی سال سعید ابن عاصؓ نے طبرستان پر حملہ کیا۔ حافظ ابن کثیر تحریر فرماتے ہیں کہ علامہ المدائنیؒ نے بیان فرمایا، اس غزوہ میں حضرت سعید بن عاصؓ کے ہمراہ صحابۂ کرام کی بھی ایک عظیم الشان جماعت موجود تھی، اس جماعت میں حضرت حسنؓ وحسینؓ عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہم بھی شامل تھے[1]

یہ واقعہ تاریخ ابن اثیر میں بھی ذکر کیا گیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں[2]:-

ان سعیدؓ اغزاها من الكوفة سنة ثلاثين ومعه الحسنؓ والحسينؓ وابن عباسؓ وابن عمرؓ وعبد الله بن عمرو وحذيفة بن اليمان وابن زبير اناس من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم۔	(ترجمہ) حضرت سعید بن العاصؓ نے ۳۰ھ میں کوفہ سے طبرستان پر حملہ کیا، ان کے ہمراہ بڑے درجہ کے صحابۂ کرامؓ تھے جن میں سے چند کے اسماء متبرکہ یہ ہیں حضرت حسنؓ وحسینؓ حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص، حذیفہ بن الیمانؓ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم

ان نوجوانانِ صحابۂ کرام کا لشکر مجاہدین اسلام کے ہمراہ مختلف شہروں سے گذرا

---

[1] البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۱۵۴ ٭ [2] تاریخ ابن اثیر کامل جزو ثالث ص ۱۲۱ ٭

وہاں کے باشندوں نے بہت سے اموال جزیہ کے طور پر دے کر صلح کرلی۔ یہاں تک کہ یہ عظیم الشان لشکر شہر جرجان پہونچا، وہاں سخت خونریز جنگ پیش آئی، اور یہ حضرات دورانِ جنگ میں اس پر مجبور ہو گئے کہ فرض نماز کو صلوٰۃ الخوف کے طریقے پر ادا کریں۔ ان صحابۂ کرام کے مجمع میں جلیل القدر صحابی حضرت حذیفہؓ موجود تھے جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ صلوٰۃ الخوف ادا فرمائی تھی۔ لہٰذا اُن سے صلوٰۃ خوف کی کیفیت معلوم کی گئی، اور اُن کے ارشاد کے مطابق فرض نمازوں کو صلوٰۃ خوف کے طریقے پر ادا کیا گیا۔ اِس کے بعد اہلِ قلعہ حاضر ہوئے اور امن طلب کیا، اور صلح کرلی۔ انتہیٰ

الحاصل سیدنا حضرت حسینؓ جوانی کے آغاز سے ہی مجاہد فی سبیل اللہ تھے اور مختلف غزوات میں شرکت فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ شہادت حضرت عثمان غنیؓ کا المناک حادثہ پیش آیا جو اُمتِ مسلمہ کے لئے حد درجہ خوفناک ابتلاء تھا، اس نازک وقت میں بھی نوجوان شیر دل حضرت حسینؓ خلیفۂ راشد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی حفاظت کرنے میں نہایت درجہ سرگرم عمل رہے، اور مصری باغیوں کے خلاف حضرت عثمان غنیؓ کی حمایت فرماتے رہے۔

شہادت حضرت عثمان غنیؓ کے موقعہ پر حضرت حسینؓ کا مجاہدانہ کارنامہ

حافظ ابن کثیرؒ نقل[۱] فرماتے ہیں کہ ۳۴ھ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے خلاف مختلف اسلامی سلطنت کے حصّوں سے شکایات موصول ہونی شروع ہوئیں، اور مختلف قسم کی سازشیں ہونے لگیں، مُسلمانوں کی ایک بڑی جماعت

۱؎ البدایہ والنہایہ ص۱۶۸ ج ۷

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں اس مقصد سے حاضر ہوئی کہ حضرت عثمان غنیؓ سے موجودہ سیاسی اُلجھنوں کے مسئلہ پر گفتگو فرمائیں، اور جو شکایات اسوقت پیدا ہو رہی ہیں اُن کے ازالہ کی کوشش فرمائیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس مبارک مقصد کے لئے حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور واقعات کی تفصیل بیان کی۔ اور حضرت عثمان غنیؓ کے کمالات کا تذکرہ فرمایا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے خصوصی تعلق کا ذکر کیا، اور اس کے بعد عرض کیا کہ آپ اُمراء اور حکام کی نگہبانی فرمائیں اور عام مسلمانوں کی جائز شکایات کا ازالہ فرمادیں۔

حضرت عثمان غنیؓ نے آپ کی نصائح کو سنا اور باہمی تفصیلاً بات چیت ہوئی۔ جس کی تفصیل حافظ ابن کثیرؒ نے بیان فرمائی ہے[1]۔ لیکن فتنہ بڑھتا گیا اور ۳۵ھ میں حضرت عثمان غنیؓ نے اہلِ مصر کی شکایات پر حضرت عمرو بن العاصؓ کو حکومت مصر سے علیحدہ کر کے اور عبداللہ ابن ابی سرح کو مصر کا حاکم مقرر فرمایا۔

اِس انقلاب کے بعد مصر میں سیاسی کشمکش اور بڑھ گئی، اور مصر میں ایک جماعت باغیوں کی ایسی پیدا ہوگئی کہ جو عثمان غنیؓ کے مقابلہ کے لئے لوگوں کو آمادہ کرتی رہی، یہاں تک کہ مصر کے باغی چھ سو سوار لیکر ماہِ رجب میں مدینہ پہونچ گئے[2]۔ اُن کا سردار عمر ابن بدیل ابن ورقاء الخزاعی اور عبدالرحمٰن بن عدیس البلوی اور کنانہ ابن بشر التجیبی اور سودان بن حمران اور ان کے ہمراہ محمد بن ابوبکر بھی تھے

جب ان مصری باغیوں کا وفد مدینہ پہنچا تو حضرت عثمان غنیؓ کو اس کی اطلاع ہوئی حضرت عثمان غنیؓ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بلا کر فرمایا کہ آپ خود ان لوگوں سے

---

[1] البدایہ والنہایہ ص۱۶۹ ÷ [2] ایضاً ص۱۷۰ ÷

ایک وفد لیکر مدینہ سے باہر ہی ملاقات فرمالیں اور ان کو نصیحت اور وعظ کے ذریعہ سے اِس بات پر آمادہ کردیں کہ یہ لوگ مدینہ آکر کوئی شرارت نہ پھیلائیں بلکہ مطمئن ہوکر اپنے شہروں کو واپس چلے جائیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ہمراہ مدینہ کے معززین اکابرین بھی تھے۔ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت عثمان غنی رضؓ کی بہت نصرت فرمائی اور صحابۂ کرام کی ایک مقدس جماعت کو لیکر مدینہ کے باہر تشریف لے گئے مقام جحفہ پر جو مدینہ منورہ سے چند میل پر واقع ہے اس وفد سے ملاقات فرمائی۔ حضرت علیؓ نے مختلف طریقوں سے اُن کو موعظت فرمائی اور اِس بات کی پوری پوری کوشش فرمائی کہ یہ لوگ حضرت عثمان غنیؓ کی طرف سے مطمئن ہوجائیں، اور سیدنا حضرت عثمان غنیؓ کے بارے میں جو بھی شکایات اس وفد نے بیان کیں اُن کو بغور سُنا، اور اُن کے تسلی بخش اور معقول جوابات حضرت علیؓ نے بیان فرمائے، جس کی تفصیل حافظ ابن کثیرؒ نے ذکر فرمائی ہے[۱،۲]

حضرت علیؓ کی مخلصانہ جدوجہد کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ لوگ مطمئن ہوگئے اور مصری باغیوں کا وفد حضرت علیؓ کی نصیحت سے متاثر ہوکر واپس چلا گیا۔ سیدنا حضرت علیؓ نے اِس کامیابی کی اطلاع حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو کی، حضرت عثمان بہت مسرور ہوئے، حضرت علیؓ نے یہ فرمایا کہ آپ بھی عام لوگوں کے سامنے ایک تقریر فرمائیں، اور اُس میں ان شکایات کا ازالہ کردیں جو حکام کے متعلق کی جارہی ہیں، اور فرمایا، ورنہ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ مختلف ممالک سے شکایات کے وفد آتے رہیں گے اور اُن کو بار بار مطمئن کرنے کی کوشش کرنی ہوگی، اور اس میں اندیشہ یہ بھی ہے کہ سیاسی

---

[۱] البدایہ والنہایہ ص۱۷۱ ج ۷ ؛ [۲] ایضاً ص۱۷۱ و ص۱۷۲ ج ۷ ؛

بحران نہ پیدا ہو جائے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے ان کے مشورہ کو قبول فرمایا اور جمعہ کے روز حضرت عثمان غنی رض نے ایک فصیح و بلیغ خطبہ عوام کے سامنے دیا، اس خطبہ کا نہایت عمدہ اثر عام مسلمانوں پر ہوا، چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ اس خطبے کے بارے میں عام لوگوں کے گہرے تأثر کو ان الفاظ سے بیان کرتے ہوئے نقل فرماتے ہیں[1]:۔

فرق الناس لہ و بکی من بکی۔	الحاصل لوگ حضرت عثمان غنی رض کے خطبہ سے بہت متأثر ہوئے اور بہت سے لوگ بے اختیار رو دیئے ۔

ان تمام کامیابیوں کے بعد ایک سخت ناگوار حادثہ یہ پیش آیا کہ مروان ابن حکم (جس کی وجہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر مسلسل اعتراضات ہو رہے تھے)، اس نازک موقع پر بھی شرارت سے باز نہ آیا اور ایک سخت، ناگوار، اشتعال انگیز تقریر عام مسلمانوں کے سامنے کی، جس سے لوگوں میں ہیجان پیدا ہو گیا، اور سیاسی بحران کی صورت پیدا ہو گئی، مروان نے لوگوں کے جذبات کو مشتعل کر دیا، اور ایسی ناگوار باتیں کیں جس کا ناگوار اثر عام ہو گیا۔ اس تقریر کی تفصیل حافظ ابن کثیر نے بیان فرمائی ہے[2]۔

اس تقریر کا سب سے ناگوار اثر یہ ظاہر ہوا کہ مصری باغیوں کا گروہ ماہ شوال ۳۵ھ میں دوبارہ مدینہ آیا، جسکی تعداد بعض روایات میں ۶۰۰، اور بعض میں ایک ہزار بیان کی جاتی ہے[3]۔ اس کے ساتھ اہل کوفہ کا وفد بھی چار سرداروں کے ماتحت آیا۔ اسی طرح اہل بصرہ کا وفد بھی چار جھنڈوں کے ساتھ مدینہ میں آپہنچا[4]۔ اس موقع پر بھی سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان غنی رض کی خیرخواہی

---

[1] البدایہ والنہایہ ص۱۷۲ ج ۷ ؛ [2] ایضاً ص۱۷۳ ج ۷، [3] ایضاً ص۱۷۳ ج ۷ ؛

کو ملحوظ رکھا، اور باغیوں کو مدینہ میں داخل ہونے سے روکنے کی کوشش فرمائی۔ اسی طریقے پر حضرت طلحہؓ اور زبیرؓ نے بھی باغیوں کو مدینہ میں داخل ہونے سے روکا باغیوں نے مصلحت یہ سمجھی کہ ہمارا اب مدینہ میں داخل ہونا دھوکہ سے ہی ہو سکتا ہے، تو بہ ظاہر انہوں نے واپسی کا ارادہ کر لیا، اور مدینہ سے روانہ ہوئے۔ لیکن اچانک مصریوں اور اہلِ کوفہ و بصرہ نے باہمی اتحاد کر کے ایک ساتھ مدینہ پر حملہ کیا، اور نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہوئے مدینہ میں داخل ہو گئے، اور مدینہ کو مختلف سمتوں سے گھیر لیا اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے مکان کا محاصرہ کر لیا اور یہ اعلان کر دیا کہ جو ہم سے نہیں لڑے گا ہم اس سے تعارض نہیں کریں گے۔[۱]

اس سیاسی بحران کا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بڑی مستقل مزاجی سے مقابلہ کیا۔ چنانچہ نماز پنجگانہ کے لئے مسجد میں تشریف لائے اور نماز پڑھائی، اور دیگر حضرات صحابۂ کرام نے بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرح ان باغیوں کو سمجھانے کی کوشش کی، اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مصر کے لوگوں کو بہت ملامت کی اور فرمایا کہ جب تم واپس چلے گئے تھے تو پھر لوٹ کر کیوں آئے؟ انہوں نے اپنا عذر بیان کیا اور یہ ثابت کرنا چاہا کہ ہم حق بجانب ہیں، اس طریقہ پر اہل بصرہ و اہل کوفہ نے اپنے اپنے عذر پیش کئے، اور اس پر اصرار کرتے رہے کہ جب تک حضرت عثمان غنیؓ خلافت سے دست بردار نہ ہوں گے ہم مدینہ سے نہیں جائیں گے۔

اس عرصہ میں ایک جمعہ کو حضرت عثمان غنیؓ خطبہ دے رہے تھے، دورانِ خطبہ میں ان باغیوں نے انتہائی شرارت کی، اور آپ جس عصا کو لگا کر خطبہ دے رہے تھے آگے بڑھ کر وہ عصا آپ کے ہاتھوں سے لے لیا اور اپنے داہنے گھٹنے پر رکھ کر توڑ ڈالا

---

[۱] البدایہ والنہایہ ص۱۷۴ ج ۷

یہ عصا وہ تھا جس پر سہارا لگا کر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ جمعہ دیا کرتے تھے۔
حافظ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا ہے کہ یہ شقی جہجاہ نام کا ایک شخص تھا، اِس کے بعد حق تعالےٰ نے اُس کو عذاب میں مبتلا فرمایا، اور اسکے گھٹنے میں لاعلاج زخم ہوگیا جس میں کیڑے پڑ گئے تھے۔ اور اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر باغیوں نے کنکریوں کی بارش شروع کی، یہاں تک کہ آپ منبر سے بے ہوش ہوکر گر پڑے لوگوں نے باغیوں کو مسجد سے نکال دیا، مگر عثمان غنیؓ زخمی ہو چکے تھے اور اس حالت میں آپ کو مکان میں داخل کیا گیا۔ لہ

اب فتنہ باغیوں کا بہت بڑھ چکا تھا، عثمان غنیؓ مکان میں بھی اُن کی شرارت سے محفوظ نہ تھے۔ اُسوقت حضرات صحابۂ کرام کی دو جماعتیں بن گئی تھیں۔
ایک جماعت کا رجحان یہ تھا کہ ہم کو یکسوئی اختیار کرنی چاہیے اور سب سے الگ ہوکر اِس فتنہ کے وقت کو گھروں میں گزارنا چاہیئے۔ ایک جماعت حضرات صحابۂ کرام کی عثمان غنیؓ کے مکان کے تحفظ میں مشغول تھی، اُن میں حضرات صحابۂ کرامؓ کی نوجوان اولاد کی بڑی تعداد شامل تھی، اُن میں سے چند کے اسماء منتخب کر حافظ ابن کثیرؒ نے بیان فرمائے ہیں، وہ یہ ہیں:۔

حضرت حسنؓ، حضرت حسینؓ۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ۔
یہ لوگ حضرت عثمان غنیؓ کی جانب سے جنگ کرنے کو تیار تھے، اور یہ چاہ رہے تھے کہ باغی اب کسی طرح عثمان غنیؓ پر حملہ نہ کرسکیں گے۔ اس کے بعد عثمان غنی مسجد میں نماز پڑھانے کے لئے تشریف نہیں لائے۔ اِس موقعہ پر سرداران جنت حضرت حسنؓ و حسینؓ نے خصوصیت کے ساتھ عثمان غنیؓ کے تحفظ میں اور اُن کے اہلبیت کی نگہبانی

ا؎ البدایہ والنہایہ جلد ۷، ص ۱۷۶ ۔ ۲؎ البدایہ والنہایہ جلد ۷، ص ۱۷۶ ۔

میں بہت زیادہ جدوجہد فرمائی۔ باغیوں نے ایک مرتبہ دروازے سے مکان میں داخل ہونے کی بڑی قوت کے ساتھ جدوجہد کی، مگر حضرات صحابۂ کرام جو دروازے پر نگہبانی کا وظیفہ انجام دے رہے تھے جن میں حضرات حسنین رضی اللہ عنہما بھی شامل تھے نہایت قوت کے ساتھ مقابلہ کیا، جس کے نتیجہ میں فریقین کے کچھ حضرات مقتول ہو گئے جیسا کہ حافظ ابن کثیرؒ تحریر فرماتے ہیں:۔

قتل نفر من اهل الدار وآخرون من اولئك الفجار[۱]	الحاصل:۔ عثمان غنیؓ کے محافظین میں سے چند آدمی مقتول ہو گئے اور باغیوں میں سے ایک جماعت اس موقعہ پر قتل کر دی گئی۔

چند صحابۂ کرام اس مقابلہ میں بہت زخمی ہوئے، حضرت حسنؓ و حسینؓ اس موقعہ نہایت جانفشانی سے مقابلہ کر رہے تھے، اس ہنگامہ میں حضرت حسنؓ بن علیؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بہت زخمی ہوئے، جیسا کہ حافظ ابن کثیرؒ نے فرمایا ہے:۔

جرح عبد الله بن الزبير جراحات كثيرة وكذالك جرح حسن بن علي[۲]	الحاصل:۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بہت زخمی ہوئے اور ایسے ہی حضرت حسن بن علی بھی رضی اللہ عنہم۔

حضرات صحابۂ کرامؓ کے قوت کے ساتھ مقابلہ کرنے کی وجہ سے باغیوں کی کوشش ناکام ہو گئی، اور وہ واپس لوٹ گئے، لیکن مکان کا محاصرہ بدستور قائم رہا اس محاصرہ کا آغاز ذی قعدہ کی آخری تاریخوں سے ہوا جو اٹھارہ ذی الحجہ تک قائم رہا[۳]۔ اس پورے زمانہ میں حضرات صحابہؓ حضرت عثمان غنیؓ کے مکان کی نگہبانی فرماتے رہے، ان نگہبانی کرنے والے حضرات صحابہ کرام کی تعداد تقریباً سات سو تھی، جیسا کہ حافظ ابن کثیرؒ نے بیان فرمایا ہے[۴]۔

---

[۱] البدایہ والنہایہ ص۱۸۸ ج ۷، [۲] ایضاً ص۱۸۰ ج ۷، [۳] ایضاً ص۱۸۱ ج ۷، [۴] ایضاً ص۱۸۱ ج ۷

اس جماعت میں سرداران جنت حضرت حسنؓ وحسینؓ نہایت مستعدی کے ساتھ سرگرم عمل تھے اور نگہبانی کا وظیفہ نہایت ہی مستعدی کے ساتھ انجام دے رہے تھے جیساکہ حافظ ابن کثیرؒ نے نقل فرمایا ہے[۱]:۔

كانو قريبًا من سبع مائة فيهم عبد الله بن عمر و عبد الله بن زبير و الحسن والحسين رضی اللہ عنہم

حاصل عبارت: نگہبانی کرنے والے صحابہ مہاجرین وانصار کی تعداد تقریباً سات سو تھی جن میں چند جلیل القدر صحابۂ کرامؓ کے اسمائے گرامی یہ ہیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت حسنؓ و حضرت حسینؓ رضی اللہ عنہم

اس عظیم الشان مجاہدہ سے حضرت حسینؓ کی شانِ جلالت واضح ہوتی ہے کہ انھوں نے خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی حفاظت میں کتنی اہم ذمہ داری کا وظیفہ انجام دیا اور باغیوں سے نہایت قوت کے ساتھ مقابلہ فرمایا۔ جس کے نتیجہ میں باغی ناکام ہوگئے، مگر دو صحابی بہت زخمی ہوئے، حضرت عبداللہ بن زبیر اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ۔ جیساکہ پہلے گزر چکا ہے۔

لیکن ۱۷ ذی الحجہ کو حضرت عثمان غنیؓ نے ان سب حضرات کے سامنے نہایت شفقت سے فرمایا کہ[۲]:۔

اقسم علی من لی علیہ حق ان یکف یدہ وان ینطلق علی منزلہ وعندہ من اعیان الصحابۃ وابنائھم

حاصل عبارت:۔ میں قسم دیتا ہوں ان لوگوں کو جو میرے حق کا خیال رکھتے ہیں کہ اب باغیوں سے مقابلہ چھوڑ دیں اور میرے مکان کی نگہبانی ترک کرکے اپنے اپنے مکان کو واپس چلے جائیں۔

[۱] البدایہ والنہایہ ص۱۸۱ ج۷ [۲] ایضاً ص۱۸۱ ج۷

جمِ غفیر۔

حضرت عثمانؓ کا یہ خطاب ایسے وقت تھا جبکہ صحابۂ کرامؓ کی ایک بڑی جماعت نگہبانی کے لئے اُن کے پاس موجود تھی اور صحابہؓ کے نوجوان لڑکے بھی بڑی تعداد میں وہاں موجود تھے۔ انتہیٰ

اس کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنے ذاتی مملوک غلاموں کو خطاب کر کے فرمایا کہ[۱]:-

حاصل عبارت

من اغمد سیفہٗ فھو حرٌّ۔ — جو غلام اپنی تلوار میان میں کر کے باغیوں سے مقابلہ کرنا چھوڑ دے پس وہ آزاد ہے۔

حضرت عثمان غنیؓ کے اِن اعلانات کی وجہ حافظ ابن کثیرؒ نے یہ فرمائی ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ نے اِس اعلان سے قبل رات کو ایک عجیب و غریب خواب دیکھا تھا جس سے وہ یہ سمجھ گئے تھے کہ میری وفات کا وقت قریب آگیا ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ نے حضرت عثمان غنیؓ کے خواب کا مضمون یہ نقل کیا ہے کہ " میں نے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ ارشاد فرما رہے ہیں[۲]:-

حاصل عبارت

یا عثمان افطر عندنا — " اے عثمان ہمارے پاس آ کر روزہ افطار کرنا "

جس سے حضرت عثمان غنیؓ یہ سمجھ گئے تھے کہ میری شہادت کا وقت قریب آچکا ہے، لہٰذا آپ نے سحر سے قبل روزہ کی نیت کر لی، اور اس دن روزہ کی حالت میں جام شہادت نوش فرمایا، اور خواب کی تعبیر آنکھوں کے سامنے آگئی۔ اور بعض لوگوں سے اِس خواب کے دیکھنے کے بعد حضرت عثمان غنیؓ نے

۱؎ البدایہ والنہایہ ص۱۸۲ جلد ۷ ۔ ۲؎ البدایہ والنہایہ ص۱۸۲ ج ۷ ۔

فرمایا کہ "خدا کی قسم! میں کل صبح سورج غروب ہونے سے قبل ہی عالم آخرت میں پہونچ جاؤں گا۔"

الحاصل حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب دیکھنے کے بعد جب یہ یقین کر لیا کہ میری شہادت کا وقت آچکا ہے اور ان باغیوں کے ہاتھوں مجھ کو جام شہادت نوش کرنا ہے، تو رضاء بالقضا کے مقام پر فائز ہو گئے، اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی لقاء کے لئے تیار ہو گئے، اور اس کو گوارا نہ کیا کہ باغیوں کا مقابلہ کیا جائے۔ بالآخر حضرت عثمان غنیؓ کے اصرار پر حضرات صحابۂ کرامؓ نہایت حزن و ملال کے ساتھ واپس ہوئے۔

حافظ ابن کثیرؒ نے تحریر فرمایا ہے[2] کہ اس ارشاد کے بعد حضرت حسینؓ اور اُن کے بڑے بھائی حضرت حسنؓ بن علیؓ حضرت عثمان غنیؓ کے مکان سے بادل نخواستہ واپس ہوئے، جس کے بعد باغیوں نے سفاکی کے ساتھ حملہ کیا، اور انجام کار حضرت عثمان غنیؓ نہایت مظلوم ہونے کی حالت میں شہید کر دئے گئے، شہادت کے وقت قرآن کریم آپ کے سامنے کھلا ہوا تھا آپ کے خون کا پہلا قطرہ قرآن کریم کی اس آیت پر واقع ہوا[3]:۔

فسیکفیکھم اللہ وھو السمیع العلیم ۝ (ترجمہ: سمجھ لو تمہاری طرف سے عنقریب ہی اللہ تعالیٰ اُن سے نمٹ لیں گے اللہ تعالیٰ سنتے ہیں جانتے ہیں (بیان القرآن))

حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت باتفاق مؤرخین جمعہ کے دن واقع ہوئی ہے، حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت سے حضرات صحابۂ کرامؓ نہایت رنجیدہ ہوئے

---

[1] البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۸۱ ج ۷، [2] ایضاً صفحہ ۱۸۳ ج ۷، [3] ایضاً صفحہ ۱۸۲

اور مدینہ میں گھر گھر شہادتِ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا چرچا ہونے لگا۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت سے بہت سخت صدمہ پہونچا۔ چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ نقل فرماتے ہیں[1]:۔

حاصلِ عبارت	عبارت:۔
"شہادت کے بعد حضرت علیؓ عثمان غنیؓ کے پاس تشریف لائے اور اُنکے جسدِ مبارک پر بے اختیار گر گئے اور بہت زیادہ روتے رہے، اسقدر روئے کہ دیکھنے والے حضرات کو گمان ہونے لگا کہ حضرت علیؓ عثمان غنیؓ کے صدمہ میں زندہ نہ رہیں گے۔"	ان علیاً دخل علی عثمان رضی اللہ عنہ فوقع علیہ وجعل یبکی حتی ظنوا انہ سیلحق بہ۔

حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد جب آپ کے جنازے کو نماز کے لئے لیجایا جا رہا تھا بعض مفسدوں نے اُسوقت یہ چاہا کہ جنازہ کی توہین کی جائے اور کوشش کر کے جنت البقیع میں دفن ہونے سے روک دیا جائے۔ جب اسکی اطلاع حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ہوئی تو آپ نے اُن کو سختی سے ڈانٹا اور اِس حرکت سے باز رکھا[2]، اور مفسدوں کو اس ناپاک حرکت پر سخت تنبیہ فرمائی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہ کی مداخلت کی وجہ سے بہت احترام کے ساتھ جنازے کی نماز ادا کی گئی اور نہایت احترام و تعظیم کے ساتھ جنت البقیع میں حضرت عثمان غنی رضہ کے جسدِ مبارک کو سُپردِ خاک کیا گیا۔

یہاں پہ یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ بعض کم فہموں نے یہ دعویٰ کیا ہے

---

[1] البدایۃ والنہایۃ صفحہ ۱۹۳ ؛ البدایہ والنہایہ صفحہ ۱۹۱ ج ۷ ؛

کہ شہادتِ حضرت عثمان غنیؓ میں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ عنہم اجمعین بھی شریک کار تھے اور ان ہی مقدس حضرات کے ایماء و اشارے سے یہ سخت ناگوار حادثہ عالمِ وجود میں آیا۔ لیکن تاریخی اعتبار سے یہ بات کسی طرح بھی قابلِ قبول نہیں، اور حضرات صحابہ کرامؓ کی مقدس ہستیوں پر یہ افتراء اور بیجا الزام ہے۔ ہم اسکی تائید میں محدث اکبر مفسرؒ جلیل، مورخ و محققؒ حافظ ابنِ کثیرؒ کی تحقیق ذکر کرتے ہیں حافظ ابن کثیرؒ کے کلمات یہ ہیں:-

عبارت :-[1]

اِنَّمَا یذکرہُ بعض الناس من اَن بعض الصحابۃ اَسلمہُ و رَضِیَ بقتلہٖ فھذا لا یصح عن احدٍ من الصحابۃ انّہٗ رَضِیَ بقتلِ عثمانَ رضی اللہ عنہ بل کُلُّھم کرِھہ، ومقتہٗ وسبّ من فعلہٗ لکنّ بعضھم کان یودّ لو خلعَ نفسہٗ من الامرِ ۔ (البدایہ والنہایۃ ج۷)

حاصلِ عبارت :-

بعض مورخین جو یہ ذکر کرتے ہیں کہ چند صحابہ کرامؓ نے حضرت عثمان غنیؓ کو باغیوں کے حوالہ کر دیا تھا اور قتل حضرت عثمان غنیؓ سے خوش تھے، یاد رکھو یہ بات بالکل غلط ہے ہرگز صحابہ کرامؓ میں سے کوئی مقدس بزرگ بھی حضرت عثمان غنیؓ کے قتل سے خوش نہ تھے بلکہ صحابہ کرامؓ اس ناگوار واقعہ سے ناخوش تھے اور ناگواری کا اظہار کر رہے تھے، اور قاتلانِ عثمان غنیؓ کو نہایت بُرے الفاظ سے یاد کرتے تھے اور نفرت کا اظہار فرماتے رہے، ہاں البتہ بعض صحابہ کرامؓ کی رائے یہ تھی کہ سیاسی حالات کا تقاضا یہ ہے کہ خود حضرت عثمان غنیؓ خلافت سے دستبردار ہو جاویں ÷

÷ ÷ ÷

---

[1] البدایہ والنہایۃ ص۱۹۸ ج۷ ÷

شہادت حضرت عثمانؓ کے بعد خلافت حضرت علیؓ کا انعقاد

حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد منصب خلافت کے لئے حضرت علیؓ کا انتخاب کس طرح ہوا؟ اس سلسلہ میں حافظ ابن کثیرؒ نے مشائخ مدینہ سے یہ روایت نقل[1] کی ہے کہ مدینہ منورہ میں پانچ روز تک حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد غافقی ابن حرب امیر رہا، اور اسکی کوشش کرتا رہا کہ عام مسلمانوں کی رائے سے کوئی امیر المومنین منتخب ہو جائے، مصری وفد برابر اس پہ مصر تھا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہی خلافت کے اہل ہیں لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ اس بار عظیم کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھے اور اس عہدے کو قبول کرنے سے بہت گریز فرما رہے تھے۔ چنانچہ حافظ ابن کثیرؒ نے اس سلسلہ میں تحریر فرمایا ہے[2]:-

عبارت :-	حاصل عبارت :-
والمصریون یلحون علی علیؓ وھو یھرب منھم الی الحیطان	اور مصری جماعت برابر اس بات پر مصر تھی کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ عہدۂ خلافت کو قبول فرمالیں لیکن حضرت علیؓ اس پر راضی نہ تھے، اور اس خوف سے کہ لوگ بیعت پر مجبور کریں گے مدینہ منورہ کی شہری سکونت چھوڑ کر باغات میں تشریف لے گئے تاکہ لوگ بیعت کرنے پر مجبور نہ کر سکیں
(البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۲۲۶)	

لیکن بالآخر سب نے متفقہ طور پر یہ بات طے کر لی کہ خلافت کیلئے حضرت علیؓ

---

[1] البدایہ والنہایہ ص ۲۲۶ ج ۷۔ [2] ایضاً ص ۲۲۶ ج ۷۔

کے سوا کوئی دوسرا مستحق نہیں، اور اب وہی نظامِ خلافت کو صحیح طور پر چلا سکتے ہیں، لہٰذا کوفہ کے وفد کے نمائندے اشتر نخعی نے علیؓ کو بیعت پر مجبور کیا، اشتر کے بیعت کرنے کے بعد اور لوگوں نے بھی بیعت کی، اور ان کے بعد عام مسلمانوں نے بیعت کی۔ یہ واقعہ ۲۴ ذی الحجہ ۳۵ھ جمعرات کے دن پیش آیا۔

آگلے دن جمعہ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ منبر پر تشریف لائے، اور جو لوگ کل بیعت سے رہ گئے تھے آج اُن عام مسلمانوں نے بیعت کر لی، سب سے پہلے حضرت طلحہؓ نے بیعت کی، اس کے بعد حضرت زبیرؓ نے۔ یہ بیعت کا معاملہ ۲۵ ذی الحجہ ۳۵ھ یوم جمعہ کو مکمل ہوگیا۔

لہٰذا ۲۵ ذی الحجہ ۳۵ھ کو خلافتِ حضرت علیؓ کا استحکام ہوا۔

حافظ ابنِ کثیرؒ نے ایک روایت یہ بھی ذکر کی ہے کہ ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ یوم جمعہ کو حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت واقع ہوئی ہے، شہادت کے فوراً بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے عہدہ خلافت قبول کرنے کے لئے اصرار کیا گیا، مگر حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اسکے قبول کرنے سے انکار فرما دیا، یہانتک کہ جب لوگوں نے زیادہ اصرار کیا تو آپ اُن سے بچکر بنی عمرو کے باغ میں تشریف لے گئے۔ اور دروازہ بند کر کے بیٹھ گئے۔ لوگ تلاش کرتے ہوئے وہاں پہونچے، اُن میں حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بھی تھے۔ دروازہ کھولنے کیلئے بہت اصرار کیا اور عرض کیا[1]:۔

---

[1] البدایہ والنہایہ ص ۲۲۵ ج ۷۔

عبارت :-

ان ھٰذا الامر لا یمکن بقاءُہٗ بلا امیر و لم یزالوا بہ حتی اجاب ۔

حاصل عبارت :-

سب لوگوں نے ملکر عرض کیا کہ حکومت اسلامی کا بقا بلا امیر المومنین کے ممکن نہیں ہے لہٰذا آپ عہدۂ خلافت قبول فرمالیجئے اور قبول کرنے پر برابر اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کو راضی کرلیا گیا ۔

اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ مسجد نبوی میں تشریف لائے اور تمام لوگوں نے بیعت کی ۔ یہ واقعہ ۱۹ ذی الحجہ ۳۵ھ یوم شنبہ کو پیش آیا۔[1]

علامہ ابن خلدون کی تحقیق سے بھی یہی بات ثابت ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرات صحابہؓ مہاجرین انصار کے اصرار سے مجبور ہوکر عہدۂ خلافت کو قبول فرمایا تھا ، اور سب سے پہلے حضرت طلحہؓ و زبیرؓ نے بیعت کی تھی ۔

حافظ ابن عبدالبرؒ استیعاب میں تحریر فرماتے ہیں :-

عبارت :-

اجتمع علی بیعتہٖ المہاجرون والانصار

حاصل عبارت

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی بیعت پر حضرات مہاجرین و انصار متفق ہوگئے ۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت کے انعقاد کے بعد حضرت حسینؓ وحسنؓ استحکام خلافت میں ہر قسم کی ممکن جدوجہد میں مشغول رہے اور اس بات کی کوشش کرتے رہے کہ خلافت راشدہ کو ہر قسم کے فتنوں سے

---

[1] البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۲۵ ج ۷ ۔

محفوظ رکھا جائے اور یہ حضرات والد بزرگوار کو وقتاً فوقتاً استحکامِ خلافت کے مسئلہ میں مُفید مشورے خادمانہ انداز میں پیش کرتے رہے ؂

حضرت علیؓ کے دورِ خلافت میں حضرت حسینؓ کے مجاہدانہ کارنامے

الحاصل ۳۵ھ ماہ ذی الحجہ کے آخر میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خلافتِ سیّدنا حضرت علیؓ کا آغاز ہوا۔ سیّدنا حضرت علیؓ نے نظامِ خلافت کو سنبھالا تو یہ چاہا کہ منہاج نبوّت پر نظامِ خلافت کو قائم کیا جائے اور عام مُسلمانوں کی بہی خواہی کو بہت زیادہ ملحوظ رکھا جائے عہدیداروں میں ضروری تغیر فرمایا۔ چنانچہ یمن کی حکومت عبداللہ ابن عباسؓ کو مرحمت فرمائی اور عثمان ابن حنیف کو بصرہ کا حاکم مقرر کیا[۱]۔ اور حضرت عمارہ ابن شہاب کو کوفہ کا، اور قیس ابن سعد ابن عبادہ کو مصر کا، اور شام پر سہیل ابن حنیف کو مقرر کیا۔ اور اس کے ساتھ اس کا لحاظ کیا گیا کہ رشتہ داری کی وجہ سے کسی کو کوئی عہدہ نہ دیا جائے بلکہ عہدہ ہر اُس شخص کو سُپرد کیا جائے جو حکومت کے لئے نہایت مناسب ہو، اور حد درجہ موزوں ہو، اور حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو اپنے ہمراہ رکھا، اور یہ دونوں حضرات خلافت کے اہم امور میں شریک مشورہ رہے۔ چنانچہ سیّدنا حسینؓ کے متعلق حافظ ابن کثیرؒ تحریر فرماتے ہیں[۲]:-

وکان معهٗ فی مغازیه کلّها فی الجمل والصفّین وکان — حضرت حسینؓ حضرت علیؓ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے یہاں تک کہ جنگ جمل و صفین

---

[۱] البدایہ والنہایہ صـ۲۲۸ ج ۷، [۲] البدایہ ج ۸ صـ۱۵۰ ؂

معظماً وموقراً ولم یزل فی طاعۃ ابیہ حتی قتل [۱]

میں بھی شریک تھے اور حضرت حسینؓ نہایت درجہ باعظمت باوقار تھے اور ہمیشہ اپنے والد بزرگوار کی فرمانبرداری کرتے رہے یہانتک کہ حضرت حسینؓ نے جام شہادت نوش فرمایا۔

جنگِ جمل میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا مجاہدانہ کارنامہ

۳۶ھ میں جنگِ جمل کا واقعہ پیش آیا جس کی تفصیل تاریخ کی معتبر کتابوں میں مفصّل موجود ہے، تاریخی شہادتوں سے یہ بات ثابت ہے کہ اِس جنگ کا بانی مروان ابن حکم تھا، اِسی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو، اور حضرات صحابۂ کرامؓ کی ایک جماعت کو اپنی چالبازیوں سے بہکا کر مکہ سے بصرہ لے گیا، بصرہ پہونچکر حضرت عثمان ابن حنیف پر جو کہ بصرہ کے حاکم تھے نہایت ظالمانہ انداز سے حملہ کیا۔ حافظ ابن کثیرؒ نے اِس واقعہ کے متعلق تحریر فرمایا ہے [۱]

ولم یبقٰی فی وجھہ شعرۃ اِلّا نتفوھا۔

حملہ آوروں نے حضرت عثمان ابن حنیف کے چہرے سے داڑھی کا ایک ایک بال اُکھاڑ دیا۔

اِسکے بعد بیت المال پر قبضہ کرلیا گیا۔ اور اس کے اموال کو نکال کر اپنے صوابدید کے مطابق لوگوں پر تقسیم کردیا گیا۔ [۲]

جب اس فساد کی اطلاع حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ہوئی تو حضرت علیؓ ماہ ربیع الثانی ۳۶ھ میں نوسو ۹۰۰ بہادروں کے ہمراہ مدینہ سے بصرہ کے لئے روانہ ہوئے [۳]، آپ نے لشکر کو مرتب فرمایا، اور جھنڈا اپنے صاحبزادے محمد ابن حنفیہؓ کو دیا، اور میمنہ کا افسر حضرت ابن عباسؓ کو قرار دیا اور میسرہ پہ حضرت عمرو بن ابی سلمہؓ

۱؎ البدایہ والنہایہ ج ۷ ص ۱۵۰ ÷ ۲؎ البدایہ والنہایہ ص ۲۳۲ ج ۷ ÷ ۳؎ ایضاً ص ۲۳۳ ج ۷ ÷

کو مقرر کیا۔ اور محقق ابن اثیرؒ نے ذکر کیا ہے کہ میمنہ کا افسر حضرت حسنؓ کو بنایا گیا، اور میسرہ کا حضرت حسینؓ کو بنایا گیا۔ اور سواروں کا دستہ حضرت عمارؓ ابن یاسرؓ کو سپرد کیا گیا اور مقدمۃ الجیش میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کو رکھا گیا۔ واللہ اعلم

الحاصل مروان بن الحکم اور اس کے ہمراہ ایک جماعت نے حضرت عائشہؓ کو اونٹ پر سوار کر کے اور ہودج کو زرہ سے محفوظ کر کے میدانِ جنگ میں لا کر کھڑا کر دیا، اسی واسطے اِس جنگ کا نام "جنگِ جمل" ہے جمل عربی میں اُونٹ کو کہتے ہیں" یہ اونٹ بہت قیمتی تھا، دو سَو اشرفیوں میں خریدا گیا تھا[۱]، اس اونٹ کا نام عسکر تھا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے چاہا کہ باہمی جنگ نہ ہو، اور کسی عُمدہ تدبیر سے حضرت عائشہ صدیقہؓ میدانِ جنگ سے واپس ہو جائیں لہٰذا حضرت علیؓ اونٹ کی طرف بڑھے، اُس وقت آپ کے اردگرد حضرت حسنؓ حسینؓ اور محمد ابن حنفیہؒ تھے اور یہ چاہا گیا کہ کسی طرح سے اونٹ بیٹھ جائے اور اور حضرت عائشہؓ میدانِ جنگ سے واپس ہو جاویں۔ مگر مفسدین نے اونٹ کی حفاظت میں جان توڑ کوشش کی، اور یہ چاہا کہ میدانِ جنگ گرم رہے، اور حضرت عائشہؓ کا اونٹ میدانِ جنگ سے نہ ہٹنے پائے۔ اِس موقع پر سخت خونریز جنگ ہوئی۔

اِس سلسلہ میں حافظ ابنِ کثیرؒ جنگِ جمل کے مقتولین کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں[۲]۔

---

[۱] البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۳۰ جلد ۷ ۔ [۲] البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۴۴ ج ۷ ۔

حاصل عبارت	عبارت
جنگ جمل میں دس ہزار آدمی شہید ہوئے حق تعالےٰ اُن سب پر رحم فرمائے اور مغفرت فرمائے، پانچ ہزار حضرت علیؓ کے ساتھیوں میں سے اور پانچ ہزار دوسری جماعت کے لوگوں میں سے۔	وکان مجموع من قتل یوم الجمل من الفریقین عشرۃ آلاف خمسۃ من ھؤلاء وخمسۃ من ھؤلاء۔ رحمھم اللہ

جنگ سے فراغت کے بعد حضرت علیؓ نے دونوں فریقوں کے مقتولین کی صلوٰۃ جنازہ ادا کی اور اُن کے لئے دُعائے مغفرت فرمائی[۱]

بالآخر حضرت عائشہؓ کا اونٹ تلوار کے حملہ سے زخمی ہو کر گر پڑا، اور فوراً حضرت عائشہؓ کے ہودج کو حفاظت کے ساتھ حضرت علیؓ اپنے خیمہ میں لے آئے، حضرت عائشہؓ کے لئے آرام کا انتظام خیمہ میں کرایا گیا۔ اسکے بعد انکے بھائی محمدؓ بن ابی بکر آ گئے۔ مُلاقات کے بعد حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خواہش کے مطابق اُنکے بھائی محمدؓ بن ابی بکر کے ہمراہ مکہ معظمہ روانہ کر دیا گیا۔ اس موقع پر حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کافی مسافت تک ہودج کے ہمراہ آئے۔ چنانچہ حافظ ابنِ کثیرؒ نے ذکر فرمایا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ہمراہ بطور مشایعت کے بصرہ سے کوفہ تک تشریف لائے

تاریخ ابن اثیرؒ[۲] میں نقل کیا ہے کہ جب حضرت عائشہؓ کی روانگی قریب ہوئی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے اُنکے لئے زادِ راہ اور عُمدہ سواری کا انتظام فرمایا۔ روانگی کے وقت اُن کے پاس حضرت علیؓ کے ہمراہ مسلمانوں کا ایک بڑا مجمع

---

[۱] البدایہ والنہایہ ص۲۴۴ ج ۷ ⁂ [۲] تاریخ ابن اثیر کامل ص۱۰۳ ج ثالث

موجود تھا، جب حضرت عائشہؓ وہاں سے روانہ ہونے لگیں تو ایک الوداعی تقریر فرمائی، جس کا خلاصہ یہ تھا:۔

"اے مسلمانو! تم میری اولاد ہو، تم لوگوں کو چاہیئے کہ آپس میں ایک دوسرے سے جنگ نہ کرو، خدا کی قسم! مجھ میں اور (حضرت) علی (کرم اللہ وجہہ) میں کسی وقت بھی دشمنی کا تعلق نہ رہا سوائے اس کے کہ جو ایک سسرال رشتہ داروں سے ایک عورت کو احیاناً رنجش پیش آجاتی ہے لیکن وہ اس کے باوجود بلاشبہ وہ خدا کے مقبول بندوں میں سے ہیں۔

اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت عائشہؓ نے صحیح ارشاد فرمایا، حقیقت یہ ہے کہ اس سے زیادہ ہم میں کوئی بات نہیں ہے اور بلاشبہ حضرت عائشہؓ نہایت درجہ قابلِ احترام ہیں کیوں کہ وہ حضرت نبیٔ کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ ہیں دنیا اور آخرت میں

حضرت عائشہؓ کی روانگی یوم شنبہ یکم ماہ رجب کو ہوئی، روانگی کے وقت حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت عائشہؓ کی مشایعت چند میل تک فرمائی، اور حضرت حسنؓ و حسینؓ حضرت عائشہؓ کے ہمراہ ایک دن کی مسافت تک ساتھ گئے۔ حافظ ابن اثیرؒ نے اس سلسلہ میں یہ الفاظ تحریر فرمائے ہیں[۱]:۔

حاصل عبارت:۔	
حضرت عائشہؓ شنبہ کے دن یکم رجب کو روانہ ہوئیں، اُس وقت حضرت علیؓ ان کے ہمراہ	خرجت یوم السبت غرۃ رجب وشیّعھا امیا لاً

---

[۱] تاریخ ابن اثیر کامل جلد ثالث ص ۱۰۳ ۱۲

سرحے بنیہا معہا یوماً	بطور مشایعت کے چند میل تک تشریف لائے
فکان وجہھا الیٰ مکۃ	اور حضرت علیؓ کے دونوں صاحبزادے حضرت
واقامت الی الحج	حسنؓ و حسینؓ ایک دن کی مسافت تک ہمراہ
ثم رجعت الی المدینۃ	رہے، حضرت عائشہؓ وہاں سے روانہ ہو کر
٭ ٭ ٭	مکہ معظمہ پہونچیں پھر حج سے فارغ ہو کر مدینہ
٭ ٭ ٭	واپس تشریف لے گئیں۔

اور یہ واقعہ حافظ ابنِ کثیرؒ نے بھی اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے[1]۔
حافظ ابن اثیرؒ نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی واپسی کے موقعہ پر نہایت عمدہ انتظام فرمایا، اور چالیس عورتیں آپ کے ہمراہ بصرہ کی رہنے والی ساتھ کر دیں، اور اُن کے بھائی محمد ابن ابی بکر رضی اللہ عنہ ہمراہ کر دئے گئے ؎

---

[1] البدایہ والنہایہ جلد ۷ ص ۲۴۶ ÷ ۱۲

آگے بڑھئے جنگِ صفین
مُلاحظہ ہو

جنگِ صفین

۳۶ھ کے ماہ ذی الحجہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ امیر معاویہؓ اور اہلِ شام کو خلافت حقہ کی پیروی پر آمادہ کرنے کے لئے، کوفے سے شام کی جانب روانہ ہوئے، آپ کے ہمراہ صحابہ کرامؓ اور تابعینؒ کا عظیم الشان مجمع تھا، دریائے فرات سے پار ہونے کے بعد مقام صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا لشکر پہونچا، یہاں پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا عظیم الشان لشکر بھی موجود تھا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لشکر کی تعداد بعض مؤرخین نے نوّے ہزار لکھی ہے اور حضرت معاویہؓ کے لشکر کی پچاسی ہزار۔

حضرت علیؓ کوفہ سے ۵ شوال ۳۶ھ میں روانہ ہوئے تھے، اور جنگ کا آغاز ماہ ذی الحجہ میں ہوا، حضرت علیؓ نے بہت چاہا کہ بات صلح سے طے ہو جائے، جنگ کی نوبت نہ آئے لیکن حضرت معاویہؓ نے اطاعتِ علی کرم اللہ وجہہ سے گریز فرمایا اور کہا کہ جب تک قاتلانِ عثمانؓ سے حضرت عثمان غنیؓ کے خون کا بدلہ نہ لیا جائے گا ہم خلافتِ علیؓ کو ہرگز تسلیم نہیں کریں گے۔

بات صلح کی جب طے نہ ہوسکی، تو جنگ کی نوبت آئی، پورے ماہ ذی الحجہ میں جنگ کا سلسلہ قائم رہا، یہاں تک کہ محرم ۳۷ھ کا آغاز ہو گیا، اور معاملہ طے نہ ہوسکا، قرائے صحابہؓ اور تابعینؒ

بھی اِس جنگ میں شامل ہوئے، جن کی تعداد تیس ہزار بتائی جاتی ہے اُن میں سے منتخب قراء کی ایک جماعت نے چاہا کہ مصالحت سے بات طے کر لی جائے، اُن حضرات نے حضرت معاویہؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہ دونوں سے گفتگو کی۔ ان حضرات کے اسماء یہ ہیں :۔

حضرت عبیداللہؓ سلمانی، عاقلمہؓ ابن قیس، عامرؓ ابن عبد قیس، عبداللہؓ ابن عتبہ ابن مسعود وغیرہم۔

اُن حضرات نے اوّل حضرت معاویہؓ سے گفتگو کی اور پوچھا، کہ آپ کا کیا مطالبہ ہے؟ حضرت معاویہؓ نے فرمایا کہ میں حضرت عثمان غنیؓ کے خون کا بدلہ لینا چاہتا ہوں، اسپر ان حضرات نے سوال کیا کہ آپ کا مطالبہ کس شخص سے ہے؟ حضرت معاویہؓ نے جواب دیا کہ میرا مطالبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہے۔ ان حضرات نے پوچھا، کہ کیا حضرت علی کرم اللہ وجہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے قاتل ہیں؟ کہا، جی ہاں! انہوں نے قاتلینِ عثمانؓ کو اپنے پاس جگہ دے رکھی ہے اُن سے گفتگو کرنے کے بعد قراء کا یہ وفد حضرت علیؓ سے جا ملا، اور سب گفتگو نقل کی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا، معاویہؓ نے یہ بات صحیح نہیں کہی کہ میں عثمانؓ کا قاتل ہوں، میں نے ہرگز اُن کو قتل نہیں کیا اور تم لوگ بھی اس سے واقف ہو کہ میں قاتلِ عثمان نہیں ہوں۔

یہ وفد پھر واپس حضرت معاویہؓ کے پاس پہونچا، اور یہ گفتگو نقل کی حضرت معاویہؓ نے یہ جواب دیا کہ اگرچہ علیؓ خود قاتل نہیں لیکن انہوں نے

چند آدمیوں کو حکم دیا تھا کہ حضرت عثمانؓ کو قتل کر دیں، اس جماعت نے یہ گفتگو حضرت علیؓ سے جا کر نقل کی، حضرت علیؓ نے فرمایا[1]

واللہ لا قتلت ولا امرت ولا مالیت — "خدا کی قسم! نہ میں نے حضرت عثمانؓ کو قتل کیا اور نہ میں نے حکم دیا"

اور نہ [illegible]

اس وفد نے یہ گفتگو حضرت معاویہؓ سے نقل کی، انہوں نے اس کے جواب میں کہا کہ اگر ان کی یہ بات ہے تو اُن کو چاہیے کہ ہمیں قاتلینِ عثمانؓ سے بدلہ لینے کا موقع دیں کیوں کہ وہ سب لوگ حضرت علیؓ کے لشکر اور فوج میں جمع ہیں۔

حضرت علیؓ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ جو فتنہ خلافت عثمان میں پیش آیا جس کی بنا پر مسلمانوں میں تفریق ہو گئی اور باغیوں نے حضرت عثمان غنیؓ کو شہید کر ڈالا، مجھ کو اس وقت ان پر کوئی اختیار و قابو نہ تھا

جب حضرت معاویہؓ کو اس کی اطلاع ملی تو انہوں نے کہا کہ اگر حضرت علیؓ یہ بات صحیح کہتے ہیں تو اس کی کیا وجہ ہے کہ انہوں نے ہم لوگوں کے مشورہ کے بغیر مسئلۂ خلافت کو طے کر لیا، اور صرف ان لوگوں سے مشورہ لیا جو وہاں موجود تھے؟" اس وفد نے یہ پوری گفتگو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل کی، اس کا حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے نہایت منصفانہ معقول جواب ارشاد فرمایا:-

انما الناس مع المہاجرین — "حقیقت یہ ہے کہ تمام مسلمان شہادت

---

[1] البدایہ والنہایہ ص۲۵۸ ج ۷، وہذہ الواقعۃ کلہا فی ہذہ الصفحۃ مکتوبۃ ۱۲ منہ ۔

والانصار فهم شهود الناس على ولايتهم وامر دينهم ورضوا وبايعوني۔
(البدایہ ص۲۵۸ ج ۷)

عثمانؓ کے بعد صحابہؓ مہاجرینؓ انصار کے ہمراہ تھے اور یہی حضرات تمام لوگوں کے مسئلہ خلافت اور دینی امور میں ذمہ دار تھے اور ان تمام مہاجرینؓ انصار نے برضا و رغبت مجھ کو خلیفہ منتخب کیا اور مجھ سے بیعت لی"

ربیع الثانی، جمادی الاولےٰ، اور جمادی الثانی، تین ماہ تک مسلسل باہم فیصلے کی گفتگو ہوتی رہی، مگر کوئی بات طے نہ پائی، اور وفد کی تمام کوششیں بے کار ثابت ہوئیں

حافظ ابن کثیرؒ نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ حضرت ابوالدرداؓ و عمرؓ رضی اللہ عنہما نے بھی حضرت معاویہؓ سے عرض کیا کہ آپ حضرت علیؓ سے مسئلہ خلافت میں جنگ نہ کیجئے، کیونکہ وہ اسلام کے لحاظ سے آپ سے مقدم ہیں اور حضورؐ سے نہایت قرب رکھتے ہیں، اور آپ سے بہت زیادہ خلافت کے مستحق ہیں۔ حضرت معاویہؓ نے جواب میں یہی کہا کہ میں شہادت عثمانؓ پر جنگ کر رہا ہوں، کیوں کہ حضرت علیؓ نے قاتلین عثمانؓ کو جگہ دے رکھی ہے، تم جاکر ان سے کہو کہ ہم قاتلینِ عثمانؓ کا بدلہ لینا چاہتے ہیں۔ اس کے بعد شامیوں میں سب سے پہلے میں بیعت کروں گا۔ اِن دونوں حضرات نے حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے جاکر یہ گفتگو نقل کی، حضرت علیؓ نے فرمایا کہ میں اس کے لئے بھی تیار ہوں مگر بڑا اشکال یہ ہے کہ دیکھو تمہارے سامنے بہت بڑی جماعت ہے جس کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ سب قاتلین عثمانؓ ہیں، تو ایسی حالت میں بدلہ لینے کی کیا صورت ہو۔

حقیقت میں حضرت علیؓ کا عذر نہایت معقول تھا کیونکہ شہادت عثمانؓ میں عراق، مصر اور حجاز کے باشندے بغاوت کی صورت میں شریک ہو گئے تھے تو ان ہنگامی حالات میں قصاص لینے کی کیا صورت ہوتی؟ عام مسلمانوں میں سخت انتشار ہو جاتا۔ جس سے یہ قوی اندیشہ تھا کہ حکومتِ اسلامی کا نظام درہم برہم ہو جائے۔ بہرحال حضرت علیؓ نے بے حد کوشش کی کہ جنگ کی نوبت نہ آئے اور بات طے پا جائے۔ یہاں تک کہ ذی الحجہ کا مہینہ آگیا اور مجبوراً جنگ کی نوبت آئی پھر ماہ محرم آگیا اس مہینے میں لڑائی بند رہی[۱]۔ محرم کے ختم ہونے کے بعد باہمی خونریز جنگ پیش آئی، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد میں سے حضرت محمد ابن حنفیہؓ اور حضرت ابن عباسؓ یہ دونوں حضرات امیر جیش بنائے گئے، اور حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما بھی اس جنگ میں حضرت علیؓ کے دوش بدوش رہے اور جنگ کرنے میں یہ حضرات بھی بہت مستعد تھے یہاں تک کہ جب حضرت معاویہؓ کی جماعت کو شکست ہونے لگی تو حضرت عمرو بن العاص اور امیر معاویہؓ کی رائے سے شاہی فوج نے نیزوں پر قرآن کریم کو بلند کیا۔ جسکا مطلب یہ تھا کہ ہم قرآن کریم کے فیصلہ پر راضی ہیں اور صلح کرنے کے لئے تیار ہیں اس کے بعد لڑائی موقوف ہو گئی اور اس مسئلہ کو حل کرنے کے لئے دو نمائندے منتخب ہوئے، حضرت علیؓ کی جانب سے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ وکیل مقرر ہوئے حضرت علیؓ نے چاہا کہ حضرت عبداللہ بن عباس کو ان کا وکیل بنایا جائے مگر اصحاب علیؓ میں سے ایک بڑی جماعت کی رائے یہ ہوئی کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری ہی کو وکیل بنایا جائے یہ فیصلہ ۱۳ صفر ۳۷ھ کو ہوا۔ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ جب لڑائی ختم ہوئی تو شاہی فوجوں کی تعداد اول ساٹھ ہزار تھی ان میں سے بیس ہزار قتل کر دئے گئے اور اہلِ عراق ایک لاکھ بیس ہزار تھے جن میں سے

---

[۱] ہٰذا کلہ فی البدایہ صفحہ ۲۵۹ جلد ۷۔

۴۵ ہزار اس جنگ میں شہید ہو گئے تھے[1]

الحاصل ۱۳ار ۳۷ھ کے فیصلہ کے مطابق جنگ ختم ہوئی۔ اس جنگ میں ہزار ہا بندگان خدا شہید ہو گئے۔ یہاں پر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ کو وضاحت سے پیش کر دیا جائے کہ حضرت معاویہ رض اور علی رض میں جو شدید اختلاف پیش آیا اس میں اہل سنت کے نزدیک حق پر کون تھا نیز یہ بات بھی بیان کر دی جائے کہ صحابۂ کرام میں جو باہمی جدال و قتال پیش آئے اس کے بارے میں صحیح عقیدہ کیا ہے اور ہم کو ان صحابہ رض کے بارے میں کیا اعتقاد رکھنا چاہیے اس مسئلہ میں اہل سنت کی رائے یہ ہے کہ جو جنگ حضرت معاویہ رض اور علی رض کے درمیان پیش آئی۔ ان میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ حق پر تھے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے خطائے اجتہادی پیش آئی۔

اور حضرت معاویہ رض اور حضرت علی رض دونوں حضرات مجتہدین میں شمار کئے جاتے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ المجتھد اذا اصاب فلہ اجران واذا اخطاء فلہ اجر واحد لہٰذا حضرت علی کرم اللہ وجہہ مجتہد ہونے کی حیثیت سے دوہرے اجر کے مستحق ہیں اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ مجتہد مخطی ہونے کی حیثیت سے ایک ہی اجر کے مستحق ہیں۔

حضرت معاویہ رض کی خطائے اجتہادی جب حق تعالیٰ کے نزدیک اجر کا ذریعہ ہے تو ان کی شان میں گستاخی کرنا حد درجہ بے وقوفی اور معصیت ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات صحابہ کے بارے میں گزر چکے ہیں کہ جو شخص کسی صحابی کی شان میں گستاخی کرتا ہے اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت درجہ مبغوض قرار دیا ہے اور نبی کی شان میں گستاخی کے مرادف سمجھا گیا۔

لہٰذا اہل حق یعنی اہل سنت والجماعۃ حضرت معاویہ رض کے اجتہاد کو اس مسئلہ

---

[1] ھذا کلہ ذکرکا فی البدایہ والنھایہ ص۲۷۴ جلد ۷

میں خطا جانتے ہیں۔ مگر ان کی شان میں گستاخی کو جائز نہیں سمجھتے۔ بلکہ حضرت معاویہؓ کو اس جنگ میں نیک نیت اور مخلص سمجھتے ہیں ان کا اجتہاد اگرچہ خطا پر نہیں تھا مگر نیک نیتی کے ساتھ تھا لہذا ان کی شان میں گستاخی جائز نہیں بلکہ ان کا پورا پورا احترام کرنا چاہیئے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ہے۔ یہاں پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس مسئلہ میں حضرات محققین کا مسلک وضاحت سے بیان کر دیا جائے تاکہ عام مسلمانوں کو اس مسئلہ میں صحیح عقیدہ مدلل طور سے معلوم ہو جائے لہذا ہم علم کلام کی معتبر کتابیں مسامرہ و مسایرہ کی عبارتیں خلاصہ درج کرتے ہیں۔

وما بين معاوية وعلي رضي الله عنهما من الحروب بسبب طلب تسليم قتلة عثمان رضي الله عنه لمعاوية ومن معه لما بينهما من بنوة العمومة كان مبنيا على الاجتهاد من كل منهما لا منازعة من معاوية رضي الله عنه في الامامة اذ ظن علي رضي الله عنه ان تسليم قتلة عثمان على الفور مع كثرة عشائرهم واختلاطهم بالعسكر يودي الى اضطراب الامامة العظمى التي بها انتظام كلمة اهل الاسلام خصوصا

حاصل عبارت

حضرت علیؓ اور معاویہؓ میں جو لڑائیاں باہمی پیش آئیں جس کا سبب یہ تھا کہ حضرت علیؓ کی خلافت تسلیم کرنے سے حضرت معاویہؓ اس بنا پر انکار کر رہے تھے کہ قاتلین عثمانؓ کو جب تک آپ ہمیں سپرد نہ کریں گے اور ان سے بدلہ نہ لے لیں گے خلافت کو تسلیم نہیں کریں گے، اس کا مبنی اجتہاد تھا جس کی بنا پر حضرت علیؓ و معاویہؓ میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ یہ نہ تھا کہ حضرت معاویہؓ خلافت کے لئے جنگ کر رہے تھے اس مسئلہ میں حضرت علیؓ کا اجتہاد صحیح تھا کیونکہ قتل عثمانؓ میں شرکت کرنے والی جماعت مختلف ملکوں سے آئی ہوئی تھی۔

فی بدایتها قبل استحکام الامر فیها
ثم الثانی ای تاخیر تسلیم اهم ب
الی ان یتحقق التمکن منه ولیتقظم
اولاً فاو لأن بعضهم عزم علی
الخروج علی علیؓ وقتله لما نادی
یوم الجمل بان یخرج عنه قتلة
عثمان علی ما نقل فی القصد من
کلام الاشتر النخعی ان صح ذالک
والله اعلم صحیح هو ام لا وقد کان
الذین قالوا علی قتل عثمان رضی الله
عنه وحمروا جموعاً جمع من اهل مصر
قیل انهم الف وقیل سبعمائة و
قیل خمسمائة وجمع من الکوفة وجمع
من البصرة قدموا کلهم المدینة
جری منهم ما جری بل قد ورد انهم
هم وعشائرهم نحو من عشرة
آلاف فهذا هو الحامل لعلی رضی
الله عنه علی الکف عن التسلیم
او امرا آخر وهو انه یعنی علیا
رضی الله عنه رأی انهم ای
قتلة عثمان رضی الله عنه بغاة

ان کے بڑے خاندان تھے اور وہ لوگ
اسلامی لشکر میں مدغم ہو گئے تھے اب
اگر ان سے ابتداء خلافت میں بدلہ لیا
جاتا تو خلافت عظمیٰ کے درہم برہم ہوجانے
کا قوی اندیشہ تھا اس لئے حضرت
علیؓ کی رائے یہ تھی کہ قاتلین عثمانؓ
کو سزا دینے میں عجلت نہ کی جائے
یہاں تک کہ نظام حکومت مستحکم ہوجائے
یہ باغیوں کی جماعت اس درجہ مفسد
تھی کہ جنگ جمل کے موقعہ پر حضرت علیؓ
کرم اللہ وجہہ نے اعلان کیا کہ قاتلین
عثمانؓ ہمارے لشکر سے جدا ہو جائیں
تو باغیوں کے سردار اشتر نخعی نے
عزم مصمم کیا کہ حضرت علیؓ کے خلاف
بغاوت کردی جائے۔ اور ان کو بھی قتل
کردیا جائے اور اس نے اس کا اعلان
جنگ جمل کے موقعہ پر کیا۔ اس واقعہ کو
کتب تاریخ میں ذکر کیا گیا ہے واللہ
اعلم۔ حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت
میں باغیوں کی مختلف جماعت مختلف
ملکوں سے آئی تھی ان کی تعداد میں

جمع باغٍ لو منعوا من القتل عن
تاویل فاسد استحلوا بہ دم
عثمان رضی اللہ عنہ لانکارھم
علیہ امورًا ظنوا انما لما
فعلوہ خطاء و جھلا منھم کجعلہ
مروان بن حکم ابن عمہ کاتب
لہ وردہ الی المدینۃ بعد ان
طردہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم
منھا وتقدیمہ اقاربہ فی
ولایۃ الاعمال والباغی اذا
انقاد الی الامام العدل لایوخذ
بما اتلف من تاویل من دم کما
ھو رای ابی حنیفۃ رضی اللہ
عنہ وغیرہ وھو المرجح من
قول الشافعی لکن اتلفوہ
فی حال القتال لسبب القتال دون
ما اتلفوہ لا فی القتال او فی القتال
لا لسبب فانھم ضامنون لہ
وھذان ان توجیھان لما ذھب الیہ
علی رضی اللہ عنہ والاوجہ
منھما ھو الاول لذھاب

ایک قول یہ ہے کہ ہزار تھے اور دوسرا
قول یہ ہے کہ وہ سات سو تھے اور تیسرا
قول یہ ہے کہ پانچسو تھے اور ایک جماعت
کوفہ سے آئی تھی اور ایک بصرہ سے
سبھی لوگ مدینے آئے اور ان کے بارے
میں نقل کیا گیا ہے کہ ان کی تعداد مع
ان کے قبائلیوں کے تقریباً دس ہزار تھی
باغیوں کی اتنی بڑی تعداد کی وجہ سے
حضرت علیؓ بدلہ لینے سے فوری طور
سے رک رہے تھے دوسری وجہ یہ بھی
تھی کہ ان باغیوں نے حضرت عثمان رضؓ
کو قتل ایک غلط تاویل کی بنا پر کیا تھا
جس کی بنا پر وہ یہ سمجھ رہے تھے کہ
ہمارے لئے قتل عثمانؓ حلال تھا اور
اس کی دلیل میں غلطی، اور
جہالت سے یہ کہتے تھے کہ حضرت عثمان
غنی نے ایسے کام کئے ہیں کہ ان کا قتل
حلال ہے مثلاً یہ بات کہ مروان بن الحکم
جو عثمانؓ غنی کا چچازاد بھائی تھا اس کو اپنا
پیشکار مقرر کیا اور مدینہ میں اسکو بلالیا
حالانکہ اسکو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

كثير من العلماء رحمهم الله تعالى الى انه قتل عثمان لم يكن بغاة بل هم ظلمة وعتاة لعدم الاعتبار بشبهتهم ، ولانهم اصروا على الباطل بعد كشف الشبهة واتضاح الحق لهم
مسامرہ ص ۱۳۳

نے مدینے سے نکال دیا تھا اور تمام عہدوں پر تمام مسلمانوں کے مقابلہ میں اپنے رشتہ داروں کو ترجیح دینی شروع کی اور قانون یہ ہے کہ جب باغی امام عادل کا تابعدار ہو جائے اور یہ بغاوت تاویل کے ساتھ ہو تو جو اس نے نقصانات کئے یا کسی کو قتل کیا ہے ان نقصانات کا بدلہ اور قصاص باغی سے نہیں لیا جائے گا۔ یہ مسلک امام ابو حنیفہؒ سے منقول ہے اور امام شافعیؒ کا راجح قول یہی ہے کہ باغی سے قصاص نہ لینے میں تفصیل یہ ہے کہ ان نقصانات کا بدلہ نہ لیا جائیگا جو قتال کے وقت قتال کی وجہ سے پیش آئے لیکن ان نقصانات کا بدلہ لیا جائے گا جو باغی قتال کے بغیر نقصان کرے یا قتال کے وقت نقصان کرے لیکن اس کا سبب قتال نہ ہو الحاصل، یہ دو وجہیں تھیں جکی بناء پر حضرت علیؓ نے باغیوں سے قصاص لینے کو مؤخر فرمایا ان دو وجہوں میں سے پہلی وجہ بہت قوی ہے اس لئے کہ علماء کی عظیم الشان جماعت کا مذہب یہ ہے کہ قاتلین عثمانؓ باغی نہ تھے بلکہ وہ ظالم اور سرکش تھے کیونکہ ان کا شبہ قابل اعتنا نہ تھا دوسری وجہ یہ تھی کہ ان باغیوں نے حق کے مقابلہ میں باطل پر اصرار کیا، حالانکہ ان کا شبہ دور کردیا گیا تھا اور حق ان کے سامنے واضح ہو چکا تھا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق اہل حق کا مسلک کیا ہے اس سلسلہ میں صاحب مسامرہ نے تحریر فرمایا ہے

اعلم انه وقد اتفق اهل الحق) یہ بات جاننا چاہیے کہ اہل حق یعنی

وهم اهل السنة والجماعة رضی اللہ عنہم (علی ان معاویة ایام خلافة (علی) رضی اللہ عنہ (من الملوك لا) من (الخلفاء واختلف مشائخنا فی امامة) ای امامة معاویة (بعد وفات (علی) رضی اللہ عنہ (فقیل صار اماما) انعقدت له البیعة وقیل (لا) ای لم یصر اماما لقوله علیہ الصلوٰۃ والسلام الخلافة بعدی ثلاثون ثم تصیر ملکا عضوضا وقد انقضت الثلاثون بوفاة الامام علی رضی اللہ عنہ

سنت والجماعت کا مسلک یہ ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ حضرت علیؓ کے دور خلافت میں شاہان اسلام میں شمار ہوتے ہیں خلفاء راشدین میں سے نہیں اور حضرت علیؓ کی وفات کے بعد ہمارے مشائخ میں اختلاف ہے آیا معاویہؓ خلفائے راشدین میں شمار کئے جائیں گے یا نہیں؟ ایک جماعت کا مسلک ہے کہ چونکہ حضرت علیؓ کی وفات کے بعد ان کے لئے بیعت منعقد ہوگئی لہٰذا وہ امام عادل کہلائیں گے اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ اب بھی وہ امام نہیں بنے اسلئے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ دور خلافت میرے بعد تیس سال رہے گا پھر سلطنت بن جائے گی جس میں ظلم وزیادتی شامل ہوگی اور یہ تیس برس حضرت علیؓ کی وفات پر ختم ہو گئے۔

خلافت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق شرح فقہ الاکبر میں ملا علی قاری تحریر فرماتے ہیں۔

فلما مضت ثلثة ایام من قتله اجتمع المهاجرون والانصار و سالوا علیها وناشدوه بالله فی

جب حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت پر تین دن گذر گئے تو جو حضرات صحابہ انصار و مہاجرین مدینہ منورہ میں موجود تھے

حفظ الاسلام و صیانة دار الهجرة للنبی صلی اللہ علیہ وسلم نقبلها بعد شدة و بعد ان را لا مصلحة لعلمهم و علمه انه اعلم من بقی من الصحابة و افضلهم و اولاهم به فبایعوه و لیس من شرط الخلافة اجماع الامه علی ذلك بل متی عقد بعض صالحی الامة لمن هو صالح لذلك انعقدت و لیس لغیره بعد ذلك ان یخالفه

شرح فقہ اکبر صلا مطبع لاہور

سب جمع ہو گئے اور سب نے حضرت حضرت علی رضؓ سے خلافت قبول کرنے کی درخواست کی اور ان لوگوں نے اللہ کا واسطہ دیا کہ وہ اسلام کی حفاظت میں اور مدینہ منورہ کی حفاظت میں کوشش کریں۔ حضرت علی رضؓ نے بہت اصرار کے بعد خلافت کو قبول فرمایا اور یہ خلافت کا قبول کرنا اس بنیاد پر تھا کہ تمام صحابہ کرام کو معلوم تھا اور حضرت علی رضؓ بھی یہ جانتے تھے کہ اس وقت جماعت صحابہ میں حضرت علی رضؓ ہی سب سے اکمل و افضل ہیں اور وہی خلافت کے کام کو سنبھال سکتے ہیں۔ لہذا سب نے مل کر حضرت علی رضؓ سے بیعت کی اور یاد رکھو ثبوت خلافت کی یہ شرط نہیں کہ اجماع امت منعقد ہو جائے بلکہ اتنی بات کافی ہے کہ جب امت کے بہترین اور صالحین افراد خلافت اس شخص کے لئے طے کر دیں جو ان کی نظر میں اس کا اہل تو بس خلافت منعقد ہو جاتی ہے اور پھر کسی کو اس میں مخالفت کی گنجائش نہیں رہتی۔

اس کے بعد ملا علی قاری نے اس شبہ کا جواب تحریر فرمایا ہے کہ حضرت علی رضؓ نے قاتلین عثمان رضؓ سے بدلہ کیوں نہیں لیا ہے اور وہ اس سلسلہ میں شرعاً معذور تھے۔

انما لم یقتل علی قتلة عثمان

حقیقت یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ

لانهم كانوا بغاة اذ الباغي له منعة
وتاويل وكانوا في قتله متاولين
وكان لهم منعة فانهم كانوا
يستحلون ذلك بما نقموا منه
من الامور - والحكم في الباغي اذا
انقاد الامام واهل العدل ان
لا يؤاخذ بما سبق منه من
اتلاف اموال اهل العدل و
سفك دمائهم وجرح ابدانهم
فلم تجب عليه قتلهم ولا
دفعهم الى الطالب ومن يرى
الباغي مؤاخذا بذلك فانما
يجب على الامام استيفاء ذلك
منهم عند انكسار شوكتهم و
تفرق منعتهم ووقوع الامن
له على اثارة الفتنة ولم يكن
شئ من هذه المعاني حاصلا
بل كانت الشوكة لهم باقيا
بادية والمنعة قائمة جارية
وعزائم القوم على الخروج على من
طالبهم بدماء الائمة ماضية -

نے قاتلین عثمانؓ سے اس لئے بدلہ نہیں
لیا کہ یہ لوگ باغی کے حکم میں تھے کیونکہ
باغی اسکو کہتے ہیں جو قوت اور طاقت
جنگ کی رکھتا ہو اور اس عمل میں تاویل
کر رہا ہو اور یہ لوگ جواز قتل عثمان غنیؓ
میں تاویلات پیش کرتے تھے اور
اس کے مدعی تھے کہ ان سے قتال
درست ہے بوجہ اس کے ان سے
غلط کاریاں صادر ہوئی ہیں اور باغی
کے متعلق قانون یہ ہے جب باغی امام
کا تابعدار ہوجائے اور اہل عدل کی
اتباع کرے اس سے مواخذہ نہیں
کیا جائے گا کہ جو اہل عدل کے اموال
تلف کرے یا ان میں سے کسی کو قتل
کر ڈالے یا زخمی کر دے لہٰذا علی کرم اللہ
پر اس قانون کے مطابق نہ ان کا قتل
واجب تھا اور نہ یہ کہ وہ قاتلین عثمانؓ کو
مطالبہ کرنے والوں کے سپرد کر دیں اور
جن لوگوں کی رائے یہ ہے کہ باغی سے
ان معاملات پر مواخذہ کرنا چاہیے
وہ بھی اس وقت میں واجب کہتے ہیں

جب ان کی شوکت ٹوٹ جائے اور قوت متفرق ہو جائے اور امن ہو جائے کہ فتنہ نہیں اٹھے گا اور ظاہر بات ہے کہ ان باتوں میں سے کوئی بات بھی حضرت علیؓ کو حاصل نہ تھی بلکہ اس وقت باغیوں کو قوت حاصل تھی اور ان کی طاقت قائم اور دائم تھی اور باغیوں کی پوری جماعت اس پر تیار تھی کہ جو بھی قاتلین عثمانؓ سے بدلہ لینا چاہے ہم ان سے جنگ و جدال شروع کر دیں۔

الحاصل ان تفصیلات سے یہ بات واضح ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ اہل حق کی نظر میں متبع حق تھے۔ اور حضرت معاویہؓ سے خطا اجتہادی واقع ہوئی اس خطائے اجتہادی کی بنا پر ان کو فاسق نہیں کہا جائیگا چنانچہ حضرت ملا علی قاری تحریر فرماتے ہیں۔

ثم کان معاویۃ مخطیاً الا انہ فعل ما فعل کان تاویل فلم یصر بہ فاسقا

حضرت معاویہؓ حضرت علی سے جنگ کرنے پر خطا پر تھے کہ انھوں نے جو کچھ بھی عمل کیا تاویل کے ساتھ کیا ان کو فاسق نہیں کہا جائے گا۔

بلکہ انکی تعظیم و تکریم کی جائیگی، اسلئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضؓ کو برا کہنے کی سخت وعید فرمائی ہے، ارشاد گرامی ہے

لا تسبوا احداً من اصحابی

میرے صحابہ میں سے کسی صحابی کو براست کہو!

لہذا حضرت امیر معاویہؓ کی شان میں گستاخی کرنا نہایت جرم ہے، بے ادبی ہے، گستاخی ہے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فتح مکہ کے موقعہ پر ایمان لائے تھے، اسلام لانے کے بعد غزوۂ حنین میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شریک رہے، آپ نے حضرت معاویہؓ کو سو اونٹ اور چالیس اوقیہ سونا عطا فرمایا تھا، اور حضرت معاویہؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی صحبت میں رہنے کا زیادہ موقعہ ملا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کتابتِ وحی کا شرف بھی حاصل ہوا ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست بہت سی حدیثوں کے سننے کا بھی شرف حاصل ہوا ان روایات کو صحیح بخاری و مسلم اور سنن و مسانید میں ذکر کیا گیا ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صحابہ اور تابعین نے روایات کو نقل کیا ہے ۱؎

عرباض بن ساریۃ السلمیؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ دعائیں دی تھیں ۲؎

اللھمّ علّم معاویۃ الکتابَ و الحساب و وقہ العذاب

اے اللہ ! معاویہؓ کو فن کتابت و حساب سکھا دیجئے اور عذاب سے محفوظ رکھئے ۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو جب شام کا حاکم مقرر کیا تو بعض لوگوں نے انکی کم عمری کی وجہ سے ان پر اعتراض کیا ، فاروق اعظم نے ارشاد فرمایا کہ تم ان کی حکومت کی وجہ سے مجھ پر اعتراض کرتے ہو حالانکہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ معاویہ کے بارے میں یہ دعا فرما رہے تھے ۔ ۳؎

اللھمّ اجعلہ ھادیاً مھدیاً و اھد بہ ۔

اے اللہ ! انکو ہدایت یافتہ ، ہدایت کرنے والے بنا دیجئے اور ان کے ذریعہ لوگوں کو ہدایت دیجئے ۔

حضرت معاویہؓ نے دور حکومت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلقین پر خاص توجہ فرمائی اور انکی خدمت میں بڑی مقدار میں دولت پیش کی ، ایک مرتبہ حضرت معاویہ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس ایک لاکھ درہم روانہ کئے ۴؎ ، ایک

۱؎ ھذا کلہ فی البدایۃ والنہایۃ ص ۱۲۰ ج ۸ ۔ ۲؎ ایضاً ص ۱۲۰ ج ۸ ، ۳؎ ایضاً ص ۱۲۲ ج ۸ ۴؎ ایضاً ص ۱۳۶ ج ۸

مرتبہ حضرت حسن حسین رضی اللہ عنہما، دونوں حضرات حضرت معاویہؓ کے پاس تشریف لائے حضرت معاویہؓ نے بہت اعزاز واکرام کیا اور فی الفور دو لاکھ درہم عنایت کئے لے

حضرت معاویہؓ کے کمالات، کی بنا پر علماء تابعین اور تبع تابعین نے کلمات طیبہ ارشاد فرمائے، چنانچہ محدث فقیہ عبداللہ بن المبارکؒ سے کسی نے پوچھا کہ عمر بن عبدالعزیزؒ افضل ہیں یا امیر معاویہؓ؟ عبداللہ بن مبارکؒ نے ارشاد فرمایا کہ حضرت معاویہؓ کی ناک کا غبار بھی عمر بن عبدالعزیز سے افضل ہے

ابن کثیر نے نقل کیا ہے کہ شیخ معافی ابن عمران سے کسی نے سوال کیا کہ عمر بن عبد العزیزؒ افضل ہیں یا امیر معاویہؓ تو وہ ناراض ہو گئے، اور کہنے لگے کہ کیا تم ایک صحابی کو تابعی جیسا قرار دیتے ہو حضرت معاویہؓ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی ہیں اور آپکی زوجہ ام حبیبہؓ کے بھائی ہیں اور کاتب وحی ہیں، امام احمدؒ بن حنبل سے مروی ہے کہ جب تم کسی کو دیکھو کہ کسی صحابی کی شان میں گستاخی کررہا ہے تو سمجھ لو کہ اسکا مسلمان ہونا اہم ہے اور اسکے اسلام میں کھوٹ ہے، حضرت ابراہیم بن میسرہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے عمرؒ بن عبدالعزیز کو کبھی کسی انسان پر مار پیٹ کرتے نہیں دیکھا اگر جب کوئی حضرت معاویہؓ کی شان میں گستاخی کرتا تو اسکے کوڑے رسید کرتے لے

بعض علماء نے حضرت معاویہؓ کی فضیلت میں چالیس حدیثیں جمع کی ہیں، انہیں سے چند حدیثیں حافظ ابن کثیرؒ نے اپنی تاریخ میں ذکر کی ہیں۔

حافظ ابن کثیرؒ نے بعض بزرگوں کے عالم رؤیا کا واقعہ نقل کیا ہے کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور ان کے پاس حضرت ابوبکرؓ عمرؓ عثمانؓ علیؓ معاویہؓ موجود ہیں، اتنے میں ایک شخص آیا حضرت عمرؓ نے اس کو دیکھ کر

لے ھذا کلہ فی البدایۃ والنہایۃ ص ۱۳۷ ج ۸ لے ایضا ص ۱۳۹ ج ۸

کہا، یا رسول اللہ! یہ ہماری توہین کرتا ہے، اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو دھمکایا، اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں ان حضرات کی منقصت نہیں کرتا، اور حضرت معاویہؓ کی طرف اشارہ کرکے کہا۔ میں انکی تنقیص کیا کرتا ہوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سنکر ارشاد فرمایا۔

ویلک الیس ھو من اصحابی — تیرے لئے برائی ہو، کیا معاویہؓ میرے صحابہؓ میں شامل نہیں ہیں۔

آپ نے یہ جملہ تین بار ارشاد فرمایا، اس کے بعد آپ نے ایک نیزہ حضرت معاویہؓ کو عنایت فرمایا، نیزہ دیکر ارشاد فرمایا کہ اس کے حلق پر یہ نیزہ مارو، حضرت معاویہؓ نے وہ نیزہ اس کے حلق پر مارا، یہ خواب دیکھنے والے کہتے ہیں کہ اس پر میری آنکھ کھل گئی، صبح ہونے پر میں اس شخص کے گھر پہنچا جو امیر معاویہؓ کی شان میں گستاخی کیا کرتا تھا تو معلوم ہوا کہ رات کسی نے اسکے حلقوم کو کاٹ ڈالا اور وہ ذبح کردیا گیا جس سے اسکی موت واقع ہوگئی [1]

جنگ بندی معاہدہ اور اعلیٰ سطح پر مشترکہ کانفرنس

حضرت امیر معاویہؓ کی جانب سے کسی جنگی چال کے تحت قرآن کریم نیزوں پر لٹکائے گئے تھے، مقصد یہ تھا کہ کسی طرح جنگ بند ہوجائے اور امنڈتے ہوئے سیلاب سے قدرے سکون ملے، اس سلسلہ میں پہلے کہا جا چکا ہے کہ یہ خطا تھی اور خطا بھی اجتہادی یعنی نیک نیتی کے ساتھ ایک غلط کام کیا گیا جس سے منشا بزعم خود ایک صحیح راہ تلاش کرنا تھا۔ جسکو حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر صحابہ،

---

[1] البدایۃ والنہایۃ ص ۱۴ ج ۸

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے ،

چنانچہ اصحاب علی کرم اللہ وجہہ جو اپنی جگہ پر بالکل حق اور صحیح کام کے لئے لڑ رہے تھے قرآن کریم کے سایہ تلے جھک گئے ، اور اِنِ الحکمُ اِلّا للّٰہ (حاصل آیت کریمہ یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی کا فیصلہ قابل تسلیم نہیں ،) کے نشہ سے سرمست ہو کر عین میدانِ کارزار میں اس جنگی چال میں آ پھنسے ، جسے فریق مخالف نے الحرب خدعۃ (یعنی لڑائی چالبازی سے کی جایا کرتی ہے) کے اصول کے تحت وضع کیا تھا جو بالکل وقتی چیز ہے ، اس طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ایک بڑی جماعت کی جانب سے آوازیں آنے لگیں کہ قرآن پاک ہی کو حاکم بنا کر فیصلہ کیا جائے ، یہ نعرہ بڑا معصوم اور سادہ تھا -
لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ اس وقتی طریق کار کو سمجھ رہے تھے ، انہوں نے فرمایا کہ یہ شاطرانہ اندازِ جنگ ہے ، اسکو درگذر کر کے مکمل فیصلہ کے لئے پیشقدمی کی جائے ، مگر اصحاب علی رضی اللہ عنہ کی بڑی جماعت اس جنگی طریق کار کا پوری طرح ادراک نہ کرتے ہوئے یہ کہتی رہی کہ قرآن حکیم کا فیصلہ ہی ہمیں پسند ہوگا -

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کے عظیم ترمیلان کا احترام فرمایا ، اور آخر کار جنگ و پیشقدمی روک کر باہمی گفت و شنید اور بات چیت شروع فرمائی جو حقیقۃً ایک شاطرانہ اندازِ کار تھا اور جو دوسرے فریق نے اختیار کیا تھا -

صلح کیلئے فریقین کے نمائندے

خلیفۂ برحق سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ

دونوں حضرات نے اپنی اپنی جماعت سے ایک ایک نمائندہ منتخب کیا ، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اولاً حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو اپنا نمائندہ انتخاب فرمانا چاہا لیکن قریبی عزیزداری اور بعض دیگر مصلحتوں کی بنا پر سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس کے بجائے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو اپنا نمائندہ انتخاب فرما کر بھیجا

سیدنا امیر معاویہ رضؓ کی جانب سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو اپنا نمائندہ نامزد کیا گیا، دونوں نمائندوں میں مزاج اور طبع کے لحاظ سے بہت بڑا واضح فرق پایا جاتا تھا، ایک طرف ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی عظیم تر سادہ لوح شخصیت تھی، دوسری طرف عرب کے ماہر سیاسیات بہترین سیاسی داؤ پیچ سے واقف حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ تھے جو ہر طرح سے سیاسی معاملات میں فوقیت رکھتے تھے، چنانچہ اسی ذکاوت طبع کے نتیجہ میں آخر کار کامیابی عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ہی کو حاصل رہی۔

مشترکہ کانفرس اور سیاسی تدبّر

۱۳ صفر ۳۷ھ کے باہمی معاہدے کے مطابق فریقین کے نمائندے دمشق سے دس میل کے فاصلہ پر "دومۃ الجندل" نامی مقام پر جمع ہوئے اور گفت و شنید شروع کی، گفتگو کی پہلی مجلس میں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے صفائی کے ساتھ فرمایا کہ میرا خیال ہے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو خلیفہ ہو جانا چاہیئے وہ اس کے زیادہ لائق ہیں تمہاری کیا رائے ہے؟۔

سادہ لوح حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کسی بنا پر خلافتِ علی کرم اللہ وجہہ پر اصرار نہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اُمت سے باہمی انتشار مٹانے کے لئے کسی تیسری شخصیت کو اس منصب پر لایا جائے اور اس کے لیئے انہوں نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کا نام نامی پیش فرمایا، حضرت عمرؓ

بن العاص رضی اللہ عنہ نے یہ رائے پسند نہیں فرمائی، جب یہ تجویز رد کر دی گئی تو اس کے بعد حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اچھا حضرت علیؓ و معاویہؓ دونوں کو برطرف کر کے عام مسلمانوں کی رائے سے کوئی اور برگزیدہ شخصیت کو امیر المؤمنین منتخب کر لیا جائے، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس تجویز کو مان لیا۔

چنانچہ متفقہ طور پر اس نتیجہ پر پہنچنے کے بعد یہ دونوں حضرات فیصلہ سنانے کے لئے عامۃ المسلمین کے سامنے آئے، سب سے پہلے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے مجمع عام میں آکر اعلان فرمایا کہ ہم نے صورتِ حال کا پوری طرح جائزہ لیا جائزہ کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ حضرت علیؓ اور معاویہؓ دونوں کو برطرف کر کے عام مسلمانوں کو اس کا حق دیدیا جائے کہ جس کو چاہیں اپنا امیر منتخب کر لیں چنانچہ ہم نے ان دونوں خلیفہ (حضرت) علیؓ و معاویہؓ کو معزول کر دیا ہے اب تم لوگوں کو اختیار ہے کہ جس کو چاہو اپنا امیر منتخب کر لو، یہ اعلان فرما کر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ عوام کے سامنے سے ہٹ گئے۔ اس کے بعد حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جو امیر معاویہؓ کے نامزد نمائندہ تھے آپ تشریف لائے اور فرمایا کہ حضرت ابو موسیٰؓ نے جو کچھ فرمایا وہ سب لوگوں نے سُن لیا، وہ حضرت علیؓ کے نمائندہ ہیں، انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت سے دستبردار اور برطرف کر دیا ہے میں بھی اس سلسلہ میں ان کی تائید کرتا ہوں اور ان کی معزولی کو تسلیم کرتا ہوں لیکن معاویہؓ کے برطرف کئے جانے سے متفق نہیں

اختلاف ہے، میں بحیثیت نمائندہ کے معاویہؓ کو خلافت سے علیحدہ کرنا پسند نہیں کرتا کیونکہ وہ خلیفۂ سوم حضرت عثمان غنیؓ کے جن کو بے دردی سے شہید کر دیا گیا ہے ان کے ہمنوا اور ساتھی ہیں اور ان کے قاتلوں سے خون کے بدلہ کے طالب ہیں اور اپنی خداداد صلاحیتوں کی بناء پر حضرت عثمان غنیؓ کے جانشین ہونے کے لیئے زیادہ مستحق ہیں اس لئے خلافت انہی کا مسلمہ حق ہے، حضرت ابو موسٰی اشعری رضی اللہ عنہ نے حالات کا رُخ بدلتا ہوا دیکھا کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کس طرح سیاسی طور پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی معزولی کا پہلے اعلان کرا کر شاطرانہ طور سے ان کو شکست دیدی ہے، حضرت ابو موسٰی اشعریؓ سخت نادم ہوئے اور رنجیدہ ہو کر کوفہ کے بجائے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔

ایک غلط فہمی اور اس کا ازالہ

اُصولی طور پر ہمارا یہ فرض ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق تمام صحابہ سے حسن ظن قائم رکھیں۔ یہ دُنیاداری کی جنگ نہیں تھی نہ ملک گیری نہیں تھی بلکہ نیک نیتی کے ساتھ ایک ہی مقصد کے لئے دونوں طرف اسلام کے جانباز سپاہی تھے، حضرت امیر معاویہؓ یہ ضروری جانتے تھے خلافت سے پہلے اصولاً قاتلین عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے بدلہ اور قصاص جب یہ ظالم فوراً تباہ کر دیئے جائیں پھر کسی مسئلہ پر غور و فکر ہو، دوسری طرف سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ نظامِ خلافت کی درستگی کے ساتھ تدریجاً اسی مقصد کے خواہاں تھے۔ بہرحال دونوں طرف ایمان اور اسلام والوں کی

جنگ تھی، دونوں مقدس شخصیتیں تھیں کسی پر لب کشائی کا موقع نہیں ہے، فیصلہ یہی ہے کہ برحق حضرت علیؓ تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ نے نیک نیتی کے ساتھ غلط اقدام فرمایا تھا جس کو خطاء اجتہادی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

صحابہ کرامؓ کے اس ظاہری باہمی تقابل کو عام لوگوں کی طرح لشکرِ علی رضی اللہ عنہ کی بڑی جماعت اسی کوتاہ اندیشی کا شکار ہوکر مرتد ہوگئی اور ان پاکیزہ حضرات حضرت علیؓ امیر معاویہؓ، عمرو بن العاصؓ، حضرت طلحہؓ کو کافر کہنے لگے، یہ نہ سمجھ سکے جس کو صاحب مثنوی نے خوب صاف طور پر واضح فرما دیا ہے ؎ کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر + گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر۔ شیر- پھاڑنے والا جانور۔ شیر- دودھ ایک عمدہ چیز- اگرچہ صورتًا لکھنے میں دونوں ایک سے ہیں، دونوں کا املا ایک ہے لیکن حقیقت بدلی ہوئی ہے، ایسے ہی اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی بھی عمل ہماری طرح نفسانیت پر مبنی نہیں قرار دیا جا سکتا ہے۔

حضرت امیر معاویہؓ کی نیک نیتی کا بنیادی ثبوت

حقائق کی روشنی میں ہم نے یہ بات واضح کی ہے اور وہ بات قطعی اور اٹل ہے کہ صحابہ کرام کے باہمی تنازعے اور بالخصوص سیدنا امیر معاویہؓ و سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا باہمی مقابلہ انتہائی نیک مقصد کے تحت کارفرما تھا ان حضرات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ تو برحق برسرپیکار تھے ہی لیکن امیر معاویہؓ بھی خطاء اجتہادی کے ساتھ پوری طرح اپنی نیک نیتی کی بدولت بدنیتی یا

نفسانیت سے بری الزمہ ہیں۔ ہمیں تاریخ کا وہ ورق کھول کر دیکھنا چاہیئے جہاں پر مؤرخ نے سنہرے حروف سے لکھا ہے کہ سیدنا علی مرتضیٰ رضؓ و سیدنا امیر معاویہ رضؓ جس وقت باہمی جنگ و قتال میں مصروف تھے۔ اور ان کی پوری قوتیں ایک دوسرے کے خلاف محاذِ جنگ پر لگی ہوئی تھیں ، اس صورتِ حال پر اسلام دشمن طاقتیں مطمئن تھیں اور اسلام دشمن عناصر اس مقابلہ کو ملک گیری کے لئے خانہ جنگی تصور کر کے اسلام کی مجموعی شان و شوکت پر ضرب کاری لگانے کے منصوبے بنانے لگے۔

اسلام کا سب سے بڑا سامراج عیسائیت اپنے داؤ پیچ کے ساتھ گل کھلانے میں مصروف ہوگیا ، چنانچہ قیصرِ روم نے امیر معاویہؓ والیٔ شام کو عین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنگ کے دوران ایک پیام لکھا جسمیں اس اسلام دشمن عیسائی طاقت نے لکھا تھا کہ اے معاویہؓ مجھے معلوم ہوا ہے کہ علیؓ تم سے ناحق جنگ کر رہے ہیں ، خلافت بلاشبہ تمہارا حق ہے مجھے اس بات سے بہت دُکھ ہے کہ تمہارا حق تمکو نہیں مل رہا ہے میں اس سلسلہ میں حمایت کے لئے فوجی امداد دینے کو تیار رہوں تاکہ علیؓ کی فوجوں کو پسپا کر کے آپ کی خلافت مسلم طور پر قائم کی جاسکے۔

غور و فکر کا مقام ہے کہ ایک طرف علیؓ و معاویہؓ باہمی خونریز جنگ کر رہے ہیں ایسے موقع پر امیر معاویہؓ کا مقصد محض اسلام نہ ہوتا تو بلاشبہ علیؓ کو زیر کرنے کے لئے دشمنِ اسلام سے امداد لے لیتے ، لیکن امیر معاویہؓ نے جواب میں یہ فرمایا کہ اے قیصرِ روم مجھے معلوم ہوا ہے کہ تو ہمارے باہمی

فروعی جھگڑوں میں دخل اندازی کرنا چاہتا ہے اور علیؓ کے مقابلہ کے لئے اپنی فوجی امداد کی پیش کش کر رہا ہے مجھے تیری فوجی امداد کی علیؓ کے مقابلہ کے لئے کوئی ضرورت نہیں ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ اگر تو نے کسی قسم سے علیؓ پر لشکر کشی کی تو پہلا سپہ سالار جو تیرے مقابل آئے گا وہ معاویہؓ اور اُس کا لشکر ہوگا۔

سبحان اللہ یہ تھی صحابہؓ کرام اور بالخصوص امیر معاویہؓ کی اسلامی شان، دشمنِ اسلام کو باور کرادیا کہ کبھی بھی وہ مسلمانوں میں باہمی تفرقہ بازی کی ہمت نہ کر سکے اور دشمن یہ جان جائے کہ مسلمان ایک ہیں ان کے جھگڑے کسی اسلامی ضرورت کے مطابق ہی ہوتے ہیں ورنہ اُن کی شان یہی ہے جس کو قرآنِ پاک میں فرمایا گیا ہے۔

أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ
حاصل آیت کریمہ: مسلمانوں کی شان یہ ہے کہ کافروں کے مقابلہ پر نہایت سخت اور آپس میں بہت محبت کرنیوالے ہیں

امیر معاویہؓ کی اس طرح صداقت پرستی کیا آج کے مسلم سربراہوں کیلئے تازیانۂ عبرت بن سکتی ہے؟۔

ہمیں تاریخ اسلام پر نظر ڈالنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ واقعتاً صحابۂ کرامؓ کی ذاتِ گرامی ہمارے حالات سے بہت بلند تر رہی ہے اور کسی طرح اپنے کاموں پر ہم ان کے کاموں کو قیاس نہیں کرسکتے ہیں، یہ سب حضرات ہدایت کے روشن ستارے ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں اُن کی ضوِ ایمان سے منوّر فرمائے آمین۔

مسلم قوم کی بدقسمتی اور باہمی انتشار

۱۳ صفر ۳۷ھ کو فریقین کے درمیان ایک اقرار نامہ لکھا گیا جس کی رُو سے جنگ میں گرفتار قیدی طرفین نے چھوڑ دیئے اور مقتولین کی دفنانے وغیرہ کی رسومات بھی ادا کر دی گئیں، اس کے بعد حضرت امیر معاویہ رضؓ نے دمشق کی راہ لی اور حضرت علیؓ کوفہ روانہ ہو گئے لیکن مسلم قوم کی بدقسمتی سے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ جیسے پاکباز شخصیت کے سایہ تلے ہی ایک بہت بڑی تعداد جو تخمیناً بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) تھی سخت گمراہی میں مبتلا ہو گئی اور سرورِ دو جہاں آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقدس صحابہؓ کو لعن طعن اور کفر کا انتساب کرنے لگے انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہ صرف غلط راستہ پر ٹھیرایا بلکہ کفر کا فتوےٰ بھی دیا اور باغی ہو گئے انہوں نے حضرت علیؓ کے ہمراہ کوفہ جانے کے بجائے راستہ بدل کر مقام حروراء میں ہیڈ کوارٹر قائم کیا اور اسلام کی مسلّمہ شخصیتوں پر حملوں کے منصوبے بنانے لگے یہ ایسی شری جماعت تھی جو اپنے آپ کو سچا دیندار مسلمان ثابت کرتی تھی حالانکہ اسلامی اصولوں کے مطابق یہ جماعت کافر ہو چکی تھی اور نہ صرف خاموش کفر اختیار کیا بلکہ دورِ نبوّت کے روشن ستونوں کو بھی گرا دینا چاہتی تھی، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس مُرتد جماعت کے فتنہ پرور ذہن کو خوب دیکھ لیا تھا اس لئے اس گمراہ مرتد سرکش فرقہ کی سرکوبی اور قتال کرنا لازم تھا چنانچہ اس طرف حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پہلے توجہ فرمائی

خارجیوں کے ساتھ جنگ

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ مصالحت کی غرض سے جب حضرت ابوموسیٰ اشعری کو نمائندہ بنا کر بھیجنے لگے تو خارجیوں نے اس پر شدید نکتہ چینی کی اور نادانی سے کہنے لگے انسانی فیصلہ کی کیا ضرورت ہے حاکم تو صرف اللہ ہے اللہ تعالیٰ ہی سے فیصلہ چاہتے ہیں نیز آپ تیار ہو جائیں ہم لوگ معاویہؓ سے فیصلہ کن جنگ چاہتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس وقت اقرار نامہ لکھا جا چکا ہے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہی ہمیں معاہدہ پورا کرنا چاہیئے، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو نمائندہ بنا کر بھیجدیا حضرت علی رضی اللہ عنہ جس وقت صفین سے واپس کوفہ پہنچے تو یہ خارجی بگڑ چکے تھے اور حضرت علیؓ اور دیگر اصحاب سے برگشتہ ہو کر مقام حروراء پہنچ گئے اور کافرانہ باتیں کرنے لگے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان مرتد انسانوں کو اسلامی اصول کے مطابق اولاً حق اور سچائی کی دعوت دی اور انہیں بھلائی کی طرف للکارا، ان ناقہموں نے نہ صرف اس آواز کو ٹھکرایا بلکہ حضرت علیؓ کے بھیجے ہوئے ایلچی (سفیر) کو بھی مار ڈالا۔ مقام حروراء سے کچھ دنوں کے بعد خارجیوں میں انتشار ہوا اور چار ہزار کی بڑی مقدار ایک قریبی مقام نہروان چلی گئی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہاں جا کر ان لوگوں کو بہت کچھ سمجھایا اور عام مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے سے منع فرمایا جس کے نتیجہ میں خارجیوں کی ایک بڑی جماعت جنگ سے علیحدہ ہو گئی تاہم خارجیوں کا بڑا سرغنہ عبداللہ

بن وہب راہبی دو ہزار (۲۸۰۰) آٹھ سو فوج لے کر جنگ کے لئے آ گے بڑھا گھمسان جنگ کی گئی یہ مرتدین سب کے سب مارے گئے، سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جماعت کے سات آدمی مارے گئے ۳۸ھ میں یہ واقعہ ہوا ہے۔

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت

یہ خارجی قوم نہ صرف اسلامی اصولوں سے انحراف کر رہی تھی بلکہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں مقتدر صحابۂ کرام کو بھی (نعوذ باللہ) خارج از اسلام قرار دیتے ہوئے ان کی جان کے درپے ہو چکے تھے۔

خارجیوں نے عالم اسلام کی مسلمہ تین شخصیتیں خلیفۂ راشد حضرت علی کرم اللہ وجہہ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے قتل کی ایک سازش کی۔ درحقیقت جنگ نہروان کے بعد خارجی قوم بہت پراگندہ ذہن ہو کر یکدم عداوت پر آمادہ تھی اس نے سوچا کہ حضرت علیؓ کو بالخصوص اور دیگر دو صحابہ امیر معاویہؓ و حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہم کو صفحۂ ہستی سے مٹا کر ہم سکون پا سکتے ہیں۔

چنانچہ تین سیاہ بخت خارجی جن کے نام عبدالرحمن ابن ملجم، برک بن عبداللہ، عمر بن ابی بکر بیان کئے جاتے ہیں، یہ تینوں شخص مکہ معظمہ میں جمع ہوئے اور باہمی عہد کیا کہ حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہم) کو بیک وقت ضرور قتل کر دیں گے۔ عبدالرحمن ابن ملجم نے کہا میں (حضرت) علیؓ کا کام تمام کر سکتا ہوں، دوسرے شخص برک بن عبداللہ

ماخوذ از سیرت خلفائے راشدین مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی، تاریخ الخلفاء السیوطی ۱۲ منہ۔

نے کہا میں (امیر) معاویہؓ کو ختم کرسکتا ہوں، تیسرے شخص عمر بن بکیر نے کہا میں (حضرت) عمرو بن العاص کو شہید کردوں گا اس طرح یہ تینوں خارجی اشخاص ایک باہمی معاہدہ کر گئے اپنے اپنے مقصد کے لئے چل پڑے انہوں نے یہ بھی طے کیا کہ ایک ہی تاریخ میں ان حضرات پر قاتلانہ حملہ کیا جائے چنانچہ برک بن عبداللہ اور عمر بن بکیر مل کر شام میں امیر معاویہؓ و عمروؓ بن العاص کے قتل کیلئے روانہ ہوئے۔ دوسری طرف عبدالرحمٰن ابن ملجم کوفہ کی جانب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو شہید کرنے کے لئے روانہ ہوا اس کام کے لئے ان تینوں خارجیوں نے رمضان المبارک کی گیارہویں یا سترویں تاریخ مقرر کی تھی۔

ملک شام میں حضرت امیر معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ تو کسی طرح محفوظ رہے اور قتل کے درپے خارجی اُن پر حملہ کرنے میں ناکام رہے، تاہم بتائید قضاو قدر سیدنا علی کرم اللہ وجہہ پر ابن ملجم کا وار کارگر ہوگیا، صورت یہ پیش آئی سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی عادت[۱] شریفہ تھی کہ فجر کی نماز کے لئے بہت سویرے مسجد تشریف لے جاتے تھے اور راستہ میں الصلوٰۃ الصلوٰۃ (یعنی نماز کے لئے چلو نماز تیار ہے) کہتے ہوئے جاتے تھے، صبح کا یہ تاریک وقت سیاہ کار ابن ملجم خارجی کی نامبارک آرزو کو پورا کرنے کے لئے نہایت سازگار تھا چنانچہ شقی ابن ملجم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے شہید کرنے کے ارادہ سے راستہ میں چھپکر بیٹھ گیا، حضرت علیؓ کے صاحبزادے حضرت امام حسنؓ فرماتے ہیں کہ میں اس روز والد محترم کے پیچھے پیچھے چلا آرہا تھا کہ اچانک مجھے تلوار کی چمک محسوس ہوئی اور امیرالمومنینؓ

---

[۱] سیرت خلفائے راشدین مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی ۱۲۔

پر ایک چمکتی ہوئی تلوار آتی دکھائی دی جس سے ابن ملجم نے آپ کی پیشانی مبارک سے لے کر دماغ تک ضرب کاری لگائی تھی امیر المؤمنینؓ شدید زخمی ہوئے اور خون سے نہا گئے اور آپ کی ڈاڑھی خون سے تر ہوگئی اور امیر المؤمنینؓ یہ فرماتے ہوئے کہ "فزت ورب الکعبہ" کعبہ کے پروردگار کی قسم میری آرزو پوری ہوگئی، زمین پر گر گئے۔ جس صبح کو یہ المناک واقعہ پیش آیا اس صبح کو امیر المؤمنینؓ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ایک خواب دیکھا جس کو آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت حسنؓ سے بیان فرمایا کہ میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا۔ (خواب کے الفاظ تبرکاً نقل کئے جاتے ہیں)

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (صلی اللہ علیہ سلم) مَا لَقِيْتُ مِنْ اُمَّتِكَ مِنَ الْاَوَدِ وَاللَّدَدِ فَقَالَ اُدْعُ اللّٰهَ عَلَيْهِمْ فَقُلْتُ اَللّٰهُمَّ اَبْدِلْنِيْ بِهِمْ خَيْرًا لِّيْ مِنْهُمْ وَاَبْدِلْهُمْ بِيْ شَرًّا لَّهُمْ مِنِّيْ۔ انتہیٰ۔	یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی اُمّت سے مجھے کس قدر تکلیفیں پہنچی ہیں (یہ سُنکر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجھ سے) فرمایا کہ تم ان کیلئے اللہ تعالیٰ سے بددعا کرو تو میں نے دعا کی یا اللہ مجھے انکے بدلہ میں اچھے لوگ عنایت کر اور ان کو میرے بدلے...... کوئی بُرا شخص دے (جس سے یہ لوگ میری ناقدری کی سزا پالیں)

چنانچہ اسی خواب کے ساتھ صبح سویرے تعبیر سامنے آگئی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ جیسے خلیفۂ راشد کے عدل و انصاف پر مبنی دورِ خلافت سے مسلمان قوم ہمیشہ کے لئے محروم ہوگئی اور اس کے بدلے ایک ایسا منتشر اور پُرفتن دور سامنے آیا جس سے نہ صرف عالمِ اسلام کی مستحکم بنیادیں ہلتی رہیں بلکہ رُشد و ہدایت کا وہ عظیم دور جس کو نبی آخر الزماں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پرتوِ ذات کا شرف حاصل تھا وہ بھی ختم ہوا امارت، ملوکیت شہنشاہیت کا

دور سامنے آیا اور جس کے نتیجہ میں قبائل پرستی، کبر و نخوت سے بھرا ہوا ایک دور مسلم قوم کے زوال، کا اور خصوصاً دینی انحطاط کا باعث بنا اسی کے نتیجہ میں جگر گوشۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ابن علی مرتضیٰؓ حضرت حسینؓ کی شہادت کا سلسلہ جا ملتا ہے (جس کی مکمل تفصیل تاریخی اور دینی پہلو سے ہم آئندہ بیان کریں گے انشاءاللہ

بہر حال حضرت علی مرتضیٰؓ پر ابن ملجم کے قاتلانہ حملہ کے بعد چاروں طرف سے لوگ دوڑ پڑے اور ابن ملجم کو پکڑ لیا گیا، حضرت علی مرتضیٰؓ نے اس قاتلانہ حملہ کے بعد بھی اپنے سامنے اُس کو قتل نہ ہونے دیا اور فرمایا کہ اگر میں اچھا ہو گیا تو مجھے اختیار ہوگا چاہوں گا اُس کو سزا دوں گا یا معاف کر دوں گا اور اگر میں اس زخم سے جانبر نہ ہو سکا تو اُس نے ایک ضرب ماری تھی تم بھی قصاصاً اُس کو ایک ہی ضرب سے مار دینا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہم پر ابن ملجم کے حملہ کا یہ واقعہ جمعہ کے روز ہوا تھا، حضرت علیؓ پر زخم کا گہرا اثر تھا بالآخر اکیس[1] رمضان المبارک شبِ یکشنبہ (اتوار کی رات میں آپ نے وفات پائی اور اس سرائے فانی سے کوچ فرما گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

وفات کے بعد حضرت حسنؓ و حسینؓ رضی اللہ عنہما نے والد محترم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو غسل دیا اور حضرت محمد بن حنیفہؓ نے پانی دینے کا کام انجام دیا آپ کے کفن پر خوشبو لگا کر رات کے وقت ہی آپ کو سپردِ خاک کر دیا گیا سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی نماز جنازہ[2] آپ کے صاحبزادے حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔ آپ کے مدفن مبارک کے بارے میں مختلف روایات

---

[1] تاریخ الخلفاء عربی للسیوطی رضی اللہ عنہ۔

ہیں، مستند مؤرخ صاحب تاریخ الخلفاء جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ رات کے وقت کوفہ کے دارالامارۃ میں مدفون ہوئے، اس کے علاوہ علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف روایات نقل کی ہیں جو تاریخی دلچسپی سے خالی نہیں ہیں، چنانچہ حضرت شریکؒ لکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وفات کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ منتقل فرمالیا تھا۔ مؤرخ ابوبکر بن عیاش لکھتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی قبر مبارک (من جانب اللہ) مخفی کردی گئی تاکہ اس دور کے فسادی (خارجی لوگ) آپ کی قبر مبارک توڑ کر بے ادبی نہ کرسکیں۔

اس کے علاوہ مؤرخ ابن عساکر سعید بن عبدالعزیز سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت علیؓ ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ جس کو شہید کردیا گیا آپ کی لاشۂ مبارک کو لے کر لوگ مدینہ منورہ کی جانب چلے تاکہ آپ کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب دفن کرسکیں، اچانک یہ صورت پیش آئی کہ سواری کا اونٹ بدک گیا جس پر آپ کی لاشۂ مبارک تھی وہ اونٹ اس شان سے بھاگا کہ نہ کسی سے رُک سکا اور نہ پتہ چل سکا وہ اونٹ کدھر گیا ہے، چنانچہ اسی لئے بعض فرقہ شیعہ اہل عراق کا یہ عقیدہ رہا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آسمان پر بادلوں میں قیام پذیر ہیں حالانکہ یہ ایک صریح غلط عقیدہ ہے جس کی بنیاد کسی طرح بھی نہیں ملتی ہے۔ چنانچہ دیگر مؤرخین نے اس سلسلہ میں تحریر کیا ہے کہ اس اونٹ کو تلاش کیا گیا اور

وہ اونٹ قبیلۂ طے میں جا کر مل گیا لوگوں نے اس اونٹ کو پکڑ لیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی لاشۂ مبارک کو دفن کر دیا۔ مندرجہ بالا اقوال متعددہ سے کوئی صحیح قطعی فیصلہ کیا جانا بظاہر دشوار معلوم ہوتا ہے تاہم دلائل کی روشنی میں اس بارے میں آخری فیصلہ مؤرخ عصر مولٰینا عبدالشکور صاحب لکھنوی نے فرمایا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو مقامِ نجف میں دفن کیا گیا اور یہیں آپ کا مزار مبارک ہے، وفات کے وقت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی عمر مبارک ترسٹھ سال تھی۔ اس کے علاوہ چونسٹھ، پینسٹھ، ستاون، اٹھاون سال کے بھی اقوال بیان کیے جاتے ہیں۔

قاتل علیؓ ابن ملجم کے مثلہ کیے جانیکی روایت

پہلے گذر چکا ہے کہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے ابن ملجم کے بارے میں اپنی زندگی تک کسی سزا دینے سے بھی منع فرمایا اور وفات کے بعد قصاصاً بھی صرف ایک ضرب میں قتل کرنے کی وصیت فرمائی تھی۔ چنانچہ مروی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دونوں صاحبزادے حضرت حسنؓ و حسینؓ کو بلا کر وصیت کی اور فرمایا کہ میں تم لوگوں کو تاکید کرتا ہوں میرے انتقال کے بعد ابن ملجم کو مثلہ (یعنی ناک کان کاٹ کر) نہ مارنا لیکن بعض جذبات طبع مؤرخین نے اس سلسلہ میں نئی غلط روایات نقل کی ہیں کہ ابن ملجم کو مثلہ کیا گیا۔ ظاہر ہے یہ ابن ملجم کا مثلہ کیا جانا بتا رہا ہے کہ مقدس جگر گوشۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بابا جان کے سامنے شریعت و دین کا بالکل پاس تھا

ہم اس سے قبل کہ ان روایات کے غلط و صحیح ہونے پر گفتگو کریں، مناسب معلوم ہوتا ہے اولاً ابن ملجم کے مثلہ کئے جانے سے متعلق تاریخی غلط روایات تحریر کر رہے ہیں تاکہ حقائق وضاحت سے نکھر کر سامنے آ جائیں۔

ابن ملجم کے مثلہ کئے جانے کے متعلق مؤرخ طبری لکھتے ہیں کہ

ابن ملجم کی تلوار سے زخمی ہو جانے کے بعد حضرت علیؓ نے اپنے صاحبزادے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کو بلا کر کہا میں تم لوگوں کو تاکید کئے دیتا ہوں کہ میرے انتقال کے بعد ابن ملجم کو مثلہ نہ کرنا بلکہ قتل کر دینا لیکن حضرت امام حسینؓ اور حضرت محمد بن حنیفہؓ نے اس وصیت کے باوجود ابن ملجم کو بوٹی بوٹی کر کے آگ میں جلا دیا۔

مذکورہ بالا روایات عقل و درایت دین و شریعت کسی بھی رُو سے صحیح نہیں کہی جا سکتی کیا یہ تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشاد کے باوجود کہ جس میں مثلہ کرنے سے سخت ممانعت کی گئی ہے نیز حضرت علیؓ والد محترم نے بھی اس سے منع فرمایا تھا اور وصیت فرمائی تھی کہ ابن ملجم کو مثلہ نہ کیا جائے، ان حالات میں حضرت امام حسینؓ یا محمد بن حنیفہؓ جیسے علم دین و تقویٰ اور عدل مزاج والے حضرات سے محض جذبات کی رو میں بہ کر ایسا فعل کر سکتے ہیں جو انسانیت سوز اور شریعت کے سراسر خلاف ہے، نیز صاحب طبری جیسی روایات کے خلاف دوسری مستند تاریخی روایتوں میں موجود ہے جس سے اس بات کی تردید ہوتی ہے۔

چنانچہ مشہور مؤرخ ابو الفرج اصبہانی لکھتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے

انتقال اور دفن ہو جانے کے بعد حضرت امام حسن رضؓ نے ابن ملجم کو لا کر صرف قتل کر دیا۔ اس کے علاوہ مشہور مؤرخین اسلام ابن جریرؒ اور ابن اثیرؒ بھی اس سلسلہ میں لکھتے ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے ابن ملجم کو صرف قتل فرمایا لوگوں نے اس کے بعد اس کی لاش کو چٹائی میں لپیٹ کر آگ میں جلا دیا۔ راقم الحروف کے نزدیک مختلف روایات کے درمیان ایک یہی وجہ تطبیق نظر آتی ہے کہ جہاں تک ارشاد نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وصیت کا تعلق ہے اس کا پورا پورا لحاظ حضرت امام حسنؓ، حسینؓ و محمد بن حنیفہ رضؓ نے فرمایا اور ابن ملجم قاتل علیؓ کو صرف قتل فرمایا مثلہ وغیرہ کی کوئی صورت نہیں کی گئی البتہ عامۃ الناس جن کے دل میں حضرت علیؓ کا یہ عظیم سانحہ انتہائی بار خاطر تھا اور وہ لوگ مشتعل تھے۔ بہت ممکن ہے کہ ان لوگوں نے ابن ملجم کی لاش کو بوٹی بوٹی کر کے جلا دیا جیسا کہ اس خیال کی تائید ابن جریر اور ابن اثیر کی روایتیں کر رہی ہیں

واللہ اعلم بالصواب الیہ المرجع والمآب

شہادت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے بارے میں ایک تاریخی لطیفہ

(ابن ملجم اور ایک عورت سے عشق)

مؤرخ کبیر علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے قاتل ابن ملجم کے بارے میں ایک تاریخی لطیفہ بیان فرماتے ہیں۔

ابن ملجم شقی ایک عورت خارجیہ پر فریفتہ تھا، اس عورت کا نام قطام تھا

ابن ملجم نے اس سے نکاح کی درخواست کی اس محبوبہ نے اپنے عاشق خوار کے نکاح کی درخواست منظور کرلی اور مہر تین ہزار درہم اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے قتل کرنے کو ٹھیرایا، چنانچہ ابن ملجم سرپھرا اس عشق ومحبت کے عہد وپیمان کو پورا کرنے کے لئے خلیفۂ راشدؓ کا جان لیوا بنا اور اس عظیم چراغِ ہدایت کو نفسِ امارہ کی سیاہ خواہشات کے بدلے ہمیشہ کے لئے بجھادیا

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ

امیرالمومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی اپنی اولاد کو وصیت

حضرت علی رضی اللہ عنہ جس وقت تلوار کی ضرب کھا کر گھر میں لائے گئے بے ہوش ہوگئے اور ہوش ہونے پر حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ کو بلا کر وصیت کی "کہ تم لوگ خدا سے ڈرتے رہنا اور گو دنیا تمہاری خواہش کرے، لیکن تم دنیا کی خواہش نہ کرنا اور اگر دنیا کی کوئی چیز تم سے کھو جائے تو اس پر افسوس اور رنج نہ کرنا، اس کے علاوہ نیکی کرنا، ظالم کو دشمن سمجھنا، اور مظلوم کے دوست بنے رہنا، اور اے بنی عبدالمطلب ایسا نہ ہو کہ تم لوگ میرے قتل کو حیلہ بنا کر عام مسلمانوں کو قتل کر ڈالو، تم بجز میرے قاتل کے کسی کو قتل نہ کرنا، اور اگر میں قاتل کی اس مار سے مرجاؤں تو اس کے بدلہ میں قاتل کو صرف ایک مار میں مار ڈالنا، اور ہرگز اس کو مثلہ نہ کرنا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ آپ نے سگِ دیوانہ[1] تک کو مثلہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

[1] پاگل کتا ۱۲۔

پھر حضرت محمد بن حنیفہؓ کو بلا کر کہا ابھی تمہارے بھائیوں کو جو کچھ میں نے وصیت کی تم نے سنی، کہا ہاں، پھر کہا میں تمہیں بھی وصیت کرتا ہوں اور اس کے ساتھ یہ بھی کہ اپنے بھائیوں کے ساتھ نیکی کرنا، ان کی عزت و عظمت کا خیال رکھنا اور بغیر ان دونوں کے مشورہ کے کوئی کام نہ کرنا، اس کے بعد پھر حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ تم لوگ بھی ان کے ساتھ بھلائی کرنا، وہ تمہارا بھائی اور تمہارے باپ کا بیٹا ہے اور یہ تم جانتے ہو کہ تمہارے والد اس سے محبت کرتے ہیں اس لیئے تم لوگ بھی اس کے ساتھ محبت کرنا[1]

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی حضرت امام حسینؓ کو زریں نصیحتیں

ابو منصورؒ ثعالبی لکھتے ہیں "امیر المومنین حضرت علیؓ نے حضرت امام حسینؓ کو وصیت کی کہ بیٹا! تم اللہ سے ڈرتے رہنا ظاہر میں اور پوشیدہ میں، سچ بولنا خوشی میں ہو کہ غم میں، حد سے نہ گزرنا تونگری میں نہ محتاجی میں، انصاف کرنا دوست اور دشمن دونوں کے ساتھ، عمل نہ چھوڑنا خوشی میں نہ غم میں، اللہ سے خوش رہنا تکلیف اور آرام میں، بیٹا! جس برائی کا انجام بہشت ہو برائی نہیں ہے، اور جس نیکی کا نتیجہ دوزخ ہو نیکی نہیں ہے بہشت کے سامنے ہر نعمت ہیچ ہے، اور دوزخ کے سامنے ہر مصیبت آرام ہے، بیٹا! اپنی برائی پر نگاہ رکھنے والا دوسروں کی برائی نہیں دیکھتا، اللہ تعالٰی کی بخشش

---

[1] نہج البلاغۃ طبع مصر ج ۲ صفحہ کامل ج ۳ صفحہ ۱۵۱ - ۱۲

پر قناعت کرنے والا کسی چیز کے کھو جانے پر غم نہیں کرتا، ظلم کی تلوار اُٹھانے
والا خود اس سے قتل ہو جاتا ہے، اپنے بھائیوں کے لئے کنواں کھودنے والا
خود اُس میں گرتا ہے، دوسروں کی پردہ دری کرنے والے کا پردہ خود فاش
ہو جاتا ہے، اپنی خطا کے بھولنے والے کو دوسروں کی خطا بہت بڑی معلوم
ہوتی ہے، خود بے خطروں میں پڑنے والا ہلاک ہو جاتا ہے، دریا میں داخل
ہونے والا ہی ڈوبتا ہے، خود رائی کا پسند کرنے والا گمراہ ہے، اپنی عقل
پر بھروسہ کرنے والا خطا کار ہے، لوگوں کے سامنے تکبر کرنے والا ذلیل ہے
لوگوں کے سامنے نادانی کرنے والا بُرا ہے، بُرائی کی جگہوں میں جانیوالے پر
بُرائی کا الزام قائم کیا جاتا ہے، کمینوں سے ملنے والا بے عزت ہوتا ہے،
عالموں کی صحبت رکھنے والا عزت پاتا ہے، ہنسی کی بات کرنے والا ہلکا سمجھا
جاتا ہے، لوگوں سے کنارے رہنے والا شر سے محفوظ رہتا ہے، نفس کی
خواہشوں سے رُکنے والا آزاد ہے، حسد نہ کرنے والے سے لوگ محبت
کرتے ہیں، بیٹا! لوگوں سے بے نیازی مسلمان آدمی کے لئے عزت ہے،
در قناعت وہ مال ہے جو فنا نہیں ہوتا، موت کا بہت زیادہ یاد کرنے والا
دنیا کی تھوڑی چیز پر بھی قناعت کرتا ہے، جو شخص جانتا ہے کہ اس کا قول
اس کے عمل کا حصہ ہے وہ وہی بات بولتا ہے جو اس کے لئے نفع بخش ہوتی ہے
تعجب ہے کہ عذاب سے ڈرنے والا بُرائی سے باز نہیں آتا، اور ثواب کا امیدوار
نیکی نہیں کرتا، اللہ کو یاد کرنا روشنی ہے، اس سے بے خبر رہنا تاریکی ہے
بے علمی گمراہی ہے، نیکبخت وہ ہے جس کو نصیحت کیجائے، ادب بہترین ترکہ ہے

نیک عادت سب سے اچھا ساتھی ہے، اپنوں سے علیحدگی میں فلاح نہیں، اور بدکاری میں بے نیازی نہیں، عافیت کے دس حصّے ہیں، نو حصے خاموشی میں ہیں بجز ذکر خدا کے کہ اس سے خاموش رہنے میں عافیت نہیں، اور ایک حصّہ نادانوں سے دوستی نہ رکھنے میں ہے، جو کوئی مجلسوں میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کیا کرتا ہے اللہ تعالےٰ اُس کو ذلیل کر دیتا ہے، علم کا طلب کرنے والا عالم ہے، علم کا اخر نرمی ہے اور سختی اس کے لئے آفت ہے، مصیبتوں پر صبر کرنا ایمان کا خزانہ ہے، محتاجی کی زینت پارسائی ہے، اور تونگری کی زینت شکر ہے، جس آدمی میں جو بات زیادہ پائی جاتی ہے اسی سے وہ مشہور ہو جاتا ہے: جو زیادہ بولتا ہے زیادہ غلطی کرتا ہے اور جو زیادہ غلطی کرتا ہے اُس کی حیا کم ہو جاتی ہے، اور جس کی حیا کم ہو جاتی ہے اس کا تقوےٰ کم ہو جاتا ہے اور جس کا تقوےٰ کم ہو جاتا ہے اس کا دل مردہ ہو جاتا ہے، اور جس کا دل مردہ ہو جاتا ہے دوزخ میں داخل ہوتا ہے، بیٹا! تم کسی گنہگار کو بھی مایوس نہ کرنا، کیونکہ کتنے گنہگاروں کا خاتمہ نیک ہوتا ہے، اور کتنے آدمی اپنی آخری زندگی میں بُرا کام کر کے دوزخ میں چلے جاتے ہیں، میانہ روی اختیار کرنے والے کے کام آسان ہو جاتے ہیں، زیادہ ملنے سے ملال پیدا ہوتا ہے، آزمائش کے قبل اطمینان کر لینا نادانی ہے، اپنے آپ پر خوش ہونا کم عقلی کی دلیل ہے۔ کتنے دیدار کے بعد حسرت پیدا ہوتی ہے، اور کتنی بولیوں سے نعمت ملتی ہے، اسلام سے بلند کوئی شرف نہیں، تقوےٰ سے بہتر کوئی بزرگی نہیں، پارسائی سے بہتر

کوئی مکان نہیں، توبہ سے زیادہ کامیاب کوئی سفارش کرنے والا نہیں ۔
عافیت سے زیادہ خوبصورت کوئی لباس نہیں، روزی پر قناعت کرنے
کے سوا محتاجی کا دفع کرنے والا کوئی مال نہیں، جس کو جتنی روزی پہنچتی
ہے اس پر قناعت کرنے سے جلد راحت پاتا ہے، اور اپنے آرام کی حفاظت
کرتا ہے، لالچ مصیبت کی کلید، دُکھ کی سواری اور گناہوں کا ذریعہ ہے ،
شر میں ہر طرح کی بُرائیاں پائی جاتی ہیں، تو جس بات کو پسند نہیں کرتا وہ
تیرے نفس کی اصلاح کے لئے کافی ہے، جس طرح تیرا حق تیرے بھائی
پر ہے اُسی طرح تیرے بھائی کا حق تجھ پر ہے، جو شخص حق کا لحاظ نہ کر کے
کسی بات میں دخل دیتا ہے ناگہانی مصیبتوں کا نشانہ بنتا ہے، کام شروع
کرنے سے پہلے اُس پر غور و فکر کر لینا ندامت سے بچاتا ہے، عمل کے طریقوں
اور بُرائیوں کو معلوم کرنے والا خطا کے موقعوں سے واقف ہو جاتا ہے ،
محتاجی کے وقت صبر ڈھال ہے، نفس کی مخالفت میں نفس کی ہدایت ہے،
زمانہ لوگوں کی زندگیاں کم کر دیتا ہے، تیرا رب نافرمانوں کے حق میں سب
سے بڑا منصف ہے اور پوشیدہ رکھنے والوں کے دل کی بات کا جاننے والا
ہے ، اللہ کے بندوں پر ظلم کرنا آخرت کا دہ بُرا توشہ ہے، جس کا ہر گھونٹ غم
اور ہر لقمہ مصیبت ہے، اگر کوئی نعمت کسی کو حاصل ہوتی ہے تو دوسری
نعمت اُس سے زائل ہو جاتی ہے، راحت اور تکلیف، دولت اور محتاجی،
زندگی اور موت بالکل ایک دوسرے سے قریب ہیں، خوش اس کو ہونا چاہیے
جس کا علم اور عمل، دوستی و دشمنی، پکڑنا اور چھوڑنا، بولنا اور چپ رہنا، سب

اللہ تعالےٰ کے لئے ہو، خوشی اُس عالم کے لیئے ہے جو معصیت سے پرہیز کرتا ہے، مستعدی کے ساتھ عمل کرتا ہے، ہلاکت کے ڈر سے آخرت کا سامان مہیا کرتا ہے، اور مستعد رہتا ہے، جب اُس سے کچھ پوچھا جاتا ہے تو بولتا ہے اور نہیں پوچھا جاتا تو نہیں بولتا اور جو کچھ بولتا ہے درست بولتا ہے، وہ اس لئے خاموش نہیں رہتا کہ وہ جواب نہیں دے سکتا ہے، بڑی تباہی ہے اس آدمی کے لئے جو محروم رُسوا اور نافرمان ہے اور اس کے لیئے جو جس بات کو دوسروں کے لیئے پسند نہیں کرتا ہے اپنے لئے اس کو بہتر سمجھتا ہے، جس کی بات میں نرمی ہوگی اس کی محبت ضروری ہے، جس آدمی میں حیا اور شرم نہیں ہے اُس کی زندگی سے موت بہتر ہے، انسانیت کا کمال یہ ہے کہ آدمی کیسا ہی کپڑا پہنے اور کسی طرح کا کھانا کھانے کی بھی پرواہ نہ کیئے

پاکستانی حضرات

یہ کتاب اور دیگر ہماری مطبوعات مندرجہ ذیل پتوں سے طلب فرما سکتے ہیں

(۱) زاہد حسن صاحب انصاری مدیر ادارہ "فروغِ اسلام" سعید منزل ۱۶۸ انارکلی لاہور پاکستان

(۲) ادارہ اسلامیات ۱۹۰ انارکلی لاہور، پاکستان۔

(۳) کتب خانہ دارالاشاعت مقابل مولوی مسافرخانہ بندر روڈ کراچی پاکستان۔

حمائل شریف مترجم حضرت تھانوی مع خلاصہ تفسیر بیان القرآن، تیس پارے مع ٹائیٹل خوشنما بلاک علیحدہ علیحدہ۔ ہدیہ پانچ روپیہ پچاس پیسے۔ ہم سے طلب فرمائیں۔

ہر قسم کی درسی، ادبی، تاریخی کتابیں و قرآن کریم ملنے کا پتہ۔ مکتبہ تفسیر القرآن سید منزل جامع مسجد دیوبند

مکتبہ تفسیر القرآن سید منزل دیوبند کی

"چند مایہ ناز دینی، تبلیغی کتابیں"

تصانیف حضرت مولانا سید حسن صاحب استاذ تفسیر دار العلوم دیوبند

تذکرہ سیدنا حسین رضی علمائے دیوبند کی نظر میں | سیرت حسین رضی پر ایک بے مثال نادر شاہکار حضرت حسین رضی کی حیات طیبہ، عہد طفولیت، عہد شباب تاریخ کے وہ گوشے ہیں جو ابھی تک تشنہ رہے ہیں حضرت الاستاذ مورخ اسلام، مفسر قرآن مولانا سید حسن صاحب نے بچپن سے لیکر تا شہادت کربلا تاریخ و عقائد کے پہلو سے اس کتاب کو نہایت اعلیٰ معیار پر تالیف فرمایا ہے، حضرت حسین رضی کی حیات طیبہ کے دو دور عہد طفولیت و عہد شباب شائع ہو رہے ہیں ہدیہ غیر مجلد دو روپے مجلد دو روپے پچیس نئے پیسے

فضائل درود و سلام | درود شریف کے کل صیغے مع فضائل و برکات اس میں جمع ہیں اس موضوع پر اردو زبان میں پہلی اور نہایت ممتاز کتاب ہے، اس کتاب کو عربی زبان میں مقام مقدس غار حرا میں مصنف نے تالیف فرمایا تھا۔ ہدیہ ایک روپیہ پچاس پیسے۔ **عقیدۂ توحید مسئلہ تقدیر ۹۶/۵۶ پیسے**

تذکرہ سیدنا ایوب علیہ السلام | حضرت سیدنا ایوب علیہ السلام، اللہ کے جلیل القدر نبی اور رسول تھے آپ کی زندگی انسانیت کے ابتلاء اور امتحان کے لئے ایک نمونہ ہے صحیح واقعات سے مرتب یہ سوانح حیات اعلیٰ معیار پر شائع ہوئی ہے۔ ہدیہ صرف ایک روپیہ پچیس نئے پیسے عہ/

تحقیق اسم اعظم شریف | اسم اعظم کے موضوع پر نہایت تسلی بخش اور عملیات و وظائف کا خزانہ ہے۔ ہدیہ ۸/ - چہل حدیث اسلامی اخلاق کا، نمونہ مجموعہ - ہدیہ ۸۸ نئے پیسے۔

عملیات والی قرآنی دعائیں، مرادیں مانگنے کا طریقہ و وظائف کا مجموعہ ہدیہ چالیس نئے پیسے۔

شرح میری نماز مع فلسفہ نماز مجلد عہ/ - چہل حدیث استغفار اللہ سے توبہ کی چالیس حدیثیں۔

کرامات صحابہ رض مجلد عہ/ - قرآن اور انسانیت عہ/ - قرآن کی فضیلت ۸/، نماز کی فضیلت ۸/

مسلم خواتین کے لئے بیس سبق - ہدیہ عہ/ - قرآن کیا سکھاتا ہے قرآنی تعلیمات پر بے نظیر کتاب /

ہدیہ عہ/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ یا فتاح ۔ علمِ تفسیر کا نایاب گنجینہ

تفسیر جمالین شریف (اردو شرح تفسیر جلالین شریف)

یہ عظیم الشان تفسیر صدیوں سے عالمِ اسلام کی مایۂ ناز تفسیر مانی جاتی رہی ہے، دارالعلوم دیوبند، جامعہ ازہر قاہرہ، مصر، عراق، شام، عرب وعجم کے ممتاز مدارس اور یونیورسٹیوں میں اس کا درس دیا جاتا رہا ہے۔ اردو زبان میں اس کی خاص ضرورت تھی، بحمد اللہ اب دواہی پروگرام کے تحت یہ عظیم الشان تفسیر جز بجز شائع ہو رہی ہے جس کی ممتاز خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں

(۱) تفسیر جلالین شریف کو حسن وخوبی کے ساتھ سادہ اور سہل زبان میں پیش کیا گیا ہے۔

(۲) قرآن کے معانی ومطالب کو اس طور پر واضح کیا گیا ہے کہ فاضل وعالم کے علاوہ عامۃ المسلمین بھی مستفید ہو سکیں گے۔ (۳) پارۂ عم اور تبارک معارف ومعانی کے ساتھ مع مقدمہ فن تفسیر شائع ہو رہا ہے۔ **طریقۂ اشاعت:۔** ہر جز کا عام ہدیہ دو روپے ہے لیکن ایسے مستقل خریدار حضرات (جو از اول تا آخر تفسیر لیتے رہیں گے) ان کے لئے ایک روپیہ فیس ممبری ہے۔ "ہدیہ رعایتہ ایک روپیہ پچیس پیسے ہے" پانچ پارے یکجا منگانے پر خصوصی رعایت مزید ہے پچیس خریدار مہیا کرنے پر مفت مکمل تفسیر پیش کی جائے گی۔

ہمارا دوسرا پروگرام:۔ **"تصانیف علمائے دیوبند وعارفین"**

ہر دو ماہ میں ایک ۲۰×۳۰/۱۶ سائز پر تقریباً ڈیڑھ سو صفحات کی کتاب شائع کی جائے گی، سال بھر میں چھ مختلف مفید تصانیف علمائے دیوبند آپکو پیش کی جاتی رہیں گی، سال بھر کی مجموعی قیمت ممبری مبلغ نو روپے ارسال فرما کر آج ہی اس مفید پروگرام میں حصہ لیجئے، تذکرہ سیدنا حسینؓ اس سلسلہ کی پہلی کتاب آپکے سامنے ہے، تفصیلات طلب فرمائیں۔ پانچ ممبران کے لئے خاص رعایت ہے۔

منیجر: مکتبہ تفسیر القرآن سہیل منزل، جامع مسجد، دیوبند، یو۔پی (انڈیا)

مکالمہ

سنت و بدعت

قیامِ میلاد شریف، قبر پر سجدہ، چادر، عرس، فاتحہ، قوالی اور دیگر باتیں

Price Rs. 6/

تاریخِ قربانی

قربانی کی تاریخ و مسائل پر تحقیقی کارنامہ

Price Rs. 1-20

فضائل بسم اللہ و عملیات

مع

وعظ سورۃ اذا زلزلت

Price Rs. 2-25